بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ

مدیران

عبدالغفار نوری

محمد قاسم کیلانی

کتابی سلسلہ

نورِ نعت

حضرت واصف کنجاہی نمبر 1

فی شمارہ 250

کمپیوٹر ورک * اے جی گرافکس
0345-4872847

برائے رابطہ
ماہنامہ النور
آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف
• تحصیل وزیر آباد • ضلع گوجرانوالہ

0345-1015500
0300-7080471
Noorenaat.pk@gmail.com
Bazmenoor8@gmail.com

بہ اشتراک
النور پبلی کیشنز

عکسِ نور

باب سوم:

منظوم خراجِ عقیدت

☆☆☆

حدیثِ دل:

۲۰۱۴ء کے آخری ایام تھے اور ماہنامہ النور کی مسلسل اشاعت کا دوسرا سال مکمل ہونے کو تھا، اس اہم ذمہ داری کو پورا کرنے کیلئے نئے موضوعات کی تلاش، بہتر سے بہترین کی خواہش لیے آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کے اوجھل علمی، تحقیقی، تصنیفی، تبلیغی وادبی ورثے کی تلاش میں طبیعت ہروقت سرگرداں رہتی۔ انہیں دنوں جامع مسجد میں واقع حضور قبلہ عالم، غوث زماں، مقبول بارگاہِ رسالت حضرت الحاج پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب بخاری قدس سرہٗ العزیز کے حجرہ مبارک میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ اتفاق سے وہاں موجود ایک الماری میں ایک ہی طرح کی چند کتابوں پر نظر پڑی، آگے بڑھ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ تو حضرت مولانا غلام حسین واصف کنجاہی کیلانی کا مجموعہ کلام "جہانِ درویش" ہے۔ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف سے طویل عرصہ کی گہری وابستگی کے دوران حضرت واصف کنجاہیؒ کا نام تو سن ہی رکھا تھا اور کبھی کبھار ان کے نعتیہ اشعار اور نسبتِ نور سے بھرپور مناقب بھی سننے کو ملتیں مگر یہ احساس بالکل نہیں تھا کہ ان کا کوئی مجموعہ کلام بھی ہوگا اور وہ بھی اس قدر اعلیٰ کہ پڑھنے والے بھی اس کو اپنے لئے باعثِ شرف سمجھیں۔

بعد ازاں دورانِ مطالعہ یہ احساس اجاگر ہوا کہ اس عظیم کاوش کو استفادۂ عام کی غرض سے منظرِ عام پر لایا جانا چاہئے، اس کے لئے ماہنامہ النور کا پلیٹ فارم میسر تو تھا لیکن تبلیغی واصلاحی مضامین پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس کے صفحات کبھی کبھار ایک آدھا ادبی مضمون یا نعت ومنقبت کی اشاعت سے بڑھ کر اجازت نہ دیتے تھے۔ لہٰذا ماہنامہ النور کی مجلس ادارت کی مشاورت سے یہ طے پایا کہ اس عظیم نعتیہ ادب کو منظرِ عام پر لانے کیلئے ایک قدم آگے بڑھ کر "نورِ نعت" کے عنوان سے ایک ضخیم کتابی سلسلے کا اجراء کیا جائے، جو حضرت واصف کنجاہیؒ کے افکار کی ترویج کے ساتھ ساتھ نعتیہ ادب کے حوالہ سے مزید کام کی بنیاد بن سکے۔

اسی خواہش کی تکمیل کے سلسلہ میں اپریل 2016ء کے آغاز میں محترم محمد قاسم کیلانی صاحب سے ماہنامہ النور کے دفتر میں بات چیت ہوئی، کام کی نوعیت کا مختلف زاویوں سے جائزہ لینے کے بعد جناب نے بصد شوق نہ صرف اس کام کی انجام دہی میں خود کو تعاون کے لئے پیش کیا بلکہ دیگر اسباب کو بھی بروئے کار لا کر ہر طرح کے تعاون کی یقین دہانی بھی کروائی۔ ہماری توقع سے کہیں بڑھ کر اہل علم ودانش اور نعتیہ ادب کے عظیم مشن سے وابستہ حضرات نے کھلے دل سے ساتھ

دیااوراپریل سے اکتوبر تک چندہی ماہ میں یہ کام تقریباً مکمل ہوگیا،لیکن ''لکل اجل اجل'' کے مصداق النور میڈیا گروپ کے بعض اہم امور کی انجام دہی کے پیش نظر''نورِنعت'' کی اشاعت ایک سال کی تاخیر سے ہورہی ہے۔

اس مجلّہ کی اشاعت میں صاحبانِ قلم کے علاوہ جہاں مرکزی دارالعلوم جامعۃ النور کے جملہ سٹاف اور باذوق طلباء نے حصہ لیا،وہیں ادارۃ النور کے روحِ رواں پیرطریقت،رہبرشریعت،جانِ بہارِ نقشبندیت،عالمی مبلغ اسلام حضرت قبلہ الحاج پیرسید محمد عظمت علی شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ومدیرِاعلیٰ ماہنامہ النور کی سرپرستی بھی حاصل رہی، جس کے بغیر یہ کام ممکن نہ تھا۔علاوہ ازیں پیرطریقت،محبوب الاولیاء صاحبزادہ پیرسید محمد علی حسنین شاہ بخاری اور پیرطریقت،خطیب ذیشان حضرت صاحبزادہ پیرسید علی سجاد حیدرشاہ بخاری کی خصوصی شفقت مقصد کی تکمیل میں نیاولولہ پیدا کردینے کے مترادف ٹھہری۔

ہم بصد احترام مجلّہ ''نورِنعت'' کاانتساب کشتۂ عشقِ رسول،بلبلِ بستانِ حجاز،حسّان آستانہ نورؒ جناب حضرت مولاناغلام حسین واصف کنجاہی کیلانی کے توسط سے ممدوحِ واصف،امام الاولیاء،شمس العارفین،غوث الاغیاث،مرادِاعلیٰ حضرت شیرربانی شرقپوری حضور قبلہ عالم حضرت پیرسید نورالحسن شاہ صاحب بخاری قدس سرہٗ العزیزاور بے مثل باپ کے بے مثل بیٹے جامع شریعت وطریقت، واقف اسرارِحقیقت،پادشاہِ اقلیم معرفت،مقبول بارگاہِ رسالت،غوث زماں،قطب دوراں حضرت الحاج پیرسید محمد باقرعلی شاہ بخاری قدس سرہٗ العزیز کے حضورِناز میں بصدادب پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں اور بالخصوص انہی ذواتِ قدسیہ کے توسل سے سرورِبنی آدم،روحِ روانِ عالم،امامِ جماعتِ انبیاء،مقتدائے زمرۂ اتقیا،قبلۂ اصحابِ صدق وصفا،کعبۂ اربابِ حلم وحیا،وارثِ علومِ اولین،مورثِ کمالاتِ آخرین،عالم ماکان ویکون،دانائے رازِ جملہ متشابہات ومقطعات،منشائے فضائل وکمالات،رونق بزمِ کائنات جناب سیدناومولاناوملجانا،محبوب کبریاجناب حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں عاجزانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

الحمدللہ!وہ''نورِنعت'' جوماہنامہ النور میں ایک ادبی گوشہ کے طور پر جاری رہا،اب ایک ضخیم مجلّہ کی صورت میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔اللہ کریم ہماری اس کاوش کوشرف قبولیت سے نوازے۔آمین!

خاکپائے اھل اللہ!
محمد عبدالغفار نوری

اداریہ:

ادب میں یگانہ ہے معیارِ واصف
ہیں سرکار کیلانی سرکارِ واصف
ہر اک بلبل مضطرب کو نوا کا
قرینہ سکھاتا ہے اظہارِ واصف
ہے وصف اوصاف ساداتِ عالی
تخیل ہے قاسم طلب گارِ واصف

تمام حمد اس خلاق کون ومکاں کو زیبا ہے جو اپنی ذات میں یکتا ہے، لامتناہی سلام اور لامحدود درود حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر جو خاتم النبیین، شفیع المذنبین اور محبوب وممدوح رب العالمین ہیں اور آپ کے تمام اہل بیت، آل اطہار، اصحاب کرام اور اولیائے عظام پر جن میں سے ہر ایک آپ کی پرنور نسبتوں کا امین اور شریعت وطریقت کا جامع ہے۔

خدائے بزرگ وبرتر نے انسان کو نعمتِ نطق وبیاں اور دولت قلم وقرطاس سے نواز کر جملہ مخلوقات عالم میں ممتاز فرمایا۔ وہ لوگ نابغۂ روزگار کہلائے اور باکمال ہوئے جنہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کا انسلاک ذات وصفاتِ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرلیا۔ انھیں چنیدہ لوگوں کی صف میں ایک نام حضرت واصف کنجاہی رحمہ اللہ کا ہے۔ حضرت واصف کنجاہی کا اصل نام غلام حسین تھا۔ آپ ۱۹۱۳ء میں ضلع گجرات کے ایک گاؤں جلیانی میں پیدا ہوئے گجرات کے قدیم علمی مرکز قصبہ کنجاہ سے تعلیم حاصل کی۔ اسی کی نسبت سے ''واصف کنجاہی'' کے ادبی نام سے مشہور ہوئے۔ حصول تعلیم کے بعد ''روڈز اینڈ بلڈنگز ڈیپارٹمنٹ'' میں بطور انسپکٹر تعینات ہوئے، درویشانہ مزاج کے باعث بہت جلد ملازمت سے دستبردار ہوگئے اور اپنے پیر ومرشد، سراج السالکین، شمس العارفین حضرت اعلی سرکار کیلانی جناب پیر سید نورالحسن شاہ صاحب بخاری قدس سرۂ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار فرمائی اور بقیہ عمر اپنے سائیوں کی اور آپ کی اولاد پاک کی خدمت میں گزاری۔ واصف کنجاہی ۱۸ راگست 1981 کو واصل بحق ہوئے آپ کی مرقد مبارکہ دربار عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف میں اپنے سائیوں (پیر ومرشد) کے قدموں میں ہے۔

حضرت واصف کنجاہیؒ قادرالکلام شاعر تھے۔ آپ کا متفرق کلام آپ کے وصال کے بعد آپ

کے صاجزادے خالد بن واصف نے ''جہانِ دُورلیش'' کے نام سے مرتب کر کے چھپوایا تھا جو کتابی شکل میں اب نایاب ہو چکا ہے علاوہ ازیں خالد بن واصف کے مرتب کردہ مجموعہ میں کئی ایک مقامات پر عروضی سقم پائے گئے جو شاید مرتب یا کمپوزر کی عدم توجہ کے باعث ہیں کیونکہ واصف کنجاہیؒ جیسے پختہ گو اور کہنہ مشق تخلیق کار سے ایسی معمولی خامیوں کی ہرگز توقع نہیں جا سکتی۔ بنابریں اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس کی گئی کہ حضرت واصف کنجاہی کا منتخب کلام نظرِ ثانی کے بعد مرتب کر کے عاشقانِ مصطفےٰ اور محبانِ اولیا کے سامنے لایا جائے۔ بحمدہٖ تعالیٰ! حضرت پیر طریقت وشریعت، فخر المشائخ، کنز البرکات، عالمی مبلغ اسلام حضور قبلہ عالم پیر السید عظمت علی شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالی المعروف قبلہ چن جی سرکار (سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف) کی اجازت سے نورِ نعت ''واصف کنجاہی نمبر'' کی ادارت واشاعت کی سعادت ہمارے حصہ میں آئی ہے، ''نورِ نعت واصف کنجاہی نمبر'' حضرت واصف کے فکر وفن اور شخصیت پر نامور اہل علم وقلم کے تاثرات مضامین، مقالات، منظوم ہدیہ تبریک اور منتخب کلام پر مشتمل ہے۔ پاکستان کے ادبی افق پر بیشتر نعتیہ مجلات، ماہانہ، سہ ماہی، ششماہی بنیادوں پر اور کتابی سلسلہ جات کی صورت میں نعتیہ ادب کی تخلیق، تنقید، ترویج، تبلیغ اور تشہیر کے منشور پر مبنی اپنے اپنے دائرہ کار میں بطریق احسن خدمات سرانجام دے رہے ہیں، انہی مجلات کی بزمِ ادب میں ''نورِ نعت'' بھی حاضر ہے۔

مجلّہ ''نورِ نعت'' ادارۃ النور کے پلیٹ فارم سے حضرت واصف کنجاہی کو خراج عقیدت پیش کرنے کی ایک مخلصانہ سعی ہے، اس سلسلہ میں ہم ان تمام اربابِ ادب اور اصحاب سخن کے تہہ دل سے شکرگزار ہیں جنہوں نے اپنی نگارشات سے مجلّہ کو زینت بخشی۔ جامعۃ النور (آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف) کے تمام اساتذہ جناب علامہ قاری محمد شاہ دین کیلانی جناب علامہ محمد رفیق کیلانی، جناب علامہ احمد حسن کیلانی اور جناب قاری غلام ماجد کیلانی جنہوں نے مسلسل ہماری حوصلہ افزائی فرمائی سب سے بڑھ کر برادر مکرم محمد عبدالغفار نوری کی معاونت اور خدمات قابلِ صد تحسین ہیں جو اس سفر میں ابتدا سے آخر تک ہم قدم رہے مجلّہ کی صوری ومعنوی جاذبیت انہی کی شبانہ روز محنت کا ثمر ہے، اللہ کریم بصدقہ مرشد کریم ہماری اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین!

یکے از غلامانِ آلِ رسول!

محمد قاسم کیلانی

باب اول:

حمد باری تعالیٰ

کرم مجھ پر خدائے بحر و بر ہو
مرا نخلِ تمنا بار وَر ہو

قیامت تک رہوں میں سر بسجدہ
جبیں میری ہو تیری خاکِ در ہو

کوئی چارہ مریضِ لادوا کا
کہ بیچاروں کے تم ہی چارہ گر ہو

جو تو راضی ہے یونہی بندہ پروَر
میں خوش ہوں بس مری یونہی بسر ہو

نہ ہو دل سوز سے محروم تو پھر
دعائے نیم شب کیوں بے اثر ہو

سما جاؤ میری آنکھوں میں ایسے
میں یوں جانوں کہ تم میری نظر ہو

خدا حافظ ہو جس کا آپ واصفؔ
دو عالم میں اسے پھر کس کا ڈر ہو

☆☆☆

دعا

یا رب مری بیتاب دعا کو قبول کر
مجھ کو مٹا مٹا کے فنا فی الرسول کر

سیرت کو میری اسوۂ حسنہ میں ڈھال دے
کردارِ مصطفیٰ کو چلن کا اصول کر

جادۂ حق پہ اس طرح کر مجھ کو گامزن
ہٹ نہ سکیں قدم کبھی اس راہ سے بھول کر

کر سیم و زر کی چاہنے والوں پہ بارشیں
میرے نصیب کوئے مدینہ کی دُھول کر

کانٹوں سے ہے اٹا مرا صحرائے زندگی
صحرا کو گلستاں تو کانٹوں کو پھول کر

پھر اپنے جانثاروں کی رکھنا خدایا لاج
پھر ان کے حق میں فتحِ مبیں کا حصول کر

تیرے یہ سرفروش ہیں پھر آج منتظر
امداد ان کی آپ خدا کے رسول کر

ہے کاروبارِ زیست کا اک سانس پر مدار
اے بوالہوس! تو اتنی امیدیں نہ طول کر

ٹکرا کے ہر یزید سے کہتی ہے کربلا
زندہ جہاں میں اسوۂ ابنِ بتول کر

ٹھکرا دے اس کو غیرتِ الفقر و فخر سے
شاہی بھی دیں تجھے تو نہ ہر گز قبول کر

مژدۂ دید دار و رسن ہیں عشاق کو
لیتے ہیں لطفِ وصل سرِ دار جھول کر

واصفؔ ملیں گی اہل نظر سے بصیرتیں
سرمۂ چشم ان کے کفِ پا کی دُھول کر

☆☆☆

نعت شریف

دل کی دنیا قبلہ رو ہونے لگی
بیکراں یہ آب جو ہونے لگی

رحمۃ العالمیں جب آ گئے
رحمتِ حق چار سو ہونے لگی

گلشنِ مقصود میں آئی بہار
بار آور آرزو ہونے لگی

معصیت میری کسی کے فیض سے
مغفرت سے سر خرو ہونے لگی

مصطفیٰ کے عشق کی دلکش تڑپ
میری جانِ آرزو ہونے لگی

آ گئے آل نبی کے غم میں اشک
آنکھ اپنی باوضو ہونے لگی

کون وہ آیا شفاعت کے لئے
عاصیوں کی جستجو ہونے لگی

دو جہاں کے مالک و مختار نے
جس کی چاہی آبرو ہونے لگی

چھا گیا آفاق پر خلق عظیم
خوئے بد خود نیک خُو ہونے لگی

عشق کے ہر زخم کی گلگوں قبا
رشتۂ جاں سے رفو ہونے لگی

نعت کے واصفؔ ترے انداز پر
عرشیوں میں گفتگو ہونے لگی

☆☆☆

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یونہی کہکشاں کے تھے دلکش نظارے
یونہی آسماں تیرے پر تھے ستارے
یونہی تھے یہ منظر حسیں پیارے پیارے
فلک کے تھے ناپید یونہی کنارے
یونہی چاند تھا چرخ پر جگمگاتا
اسی بحر میں تیر کر ڈوب جاتا

☆☆☆

یونہی صبح آتی تھی نت منہ اندھیرے
یونہی راتیں ڈھل کر تھیں بنتی سویرے
نکلتا تھا سورج شعاعیں بکھیرے
بدلتے تھے دن رات یونہی بسیرے
یونہی سلسلہ گردشوں کا تھا جاری
کبھی رات کی تھی کبھی دن کی باری

☆☆☆

بشر الٹے پاؤں مگر چل رہا تھا
جہالت میں ہر آدمی ڈھل رہا تھا
جہاں کفر کی آگ میں جل رہا تھا
ہر اک دل میں شیطان اک پل رہا تھا
کسی کو نہ تھی یاد توحیدِ باری
پرستش بتوں کی تھی ہر سمت جاری

☆☆☆

تمدن ممالک کے گرچہ جدا تھے
مگر کفر و طغیاں میں سب ہم نوا تھے
تراشے ہوئے ان کے اپنے خدا تھے
یہ محتاج ان کے وہ حاجت روا تھے
خدا یا تھے پتھر کے یا دھات کے تھے
عقیدے پلندے خرافات کے تھے

☆☆☆

تھے پجتے کہیں چاند سورج ستارے
کہیں آگ اور اس کے شعلے شرارے
خدا کے تھے اوتار بندے بچارے
جہالت نے تھے مختلف روپ دھارے
خدا کا تصور جو تھا تو عجب تھا
الگ ان کی ہر ایک حاجت کا رب تھا

☆☆☆

عرب تھے جہالت میں ممتاز سب سے
تھے بیگانہ تہذیب و علم و ادب سے
جہالت کے دریا میں ڈوبے تھے کب سے
بسایا تھا کعبہ بتان عرب سے
علیحدہ علیحدہ قبائل کے رب تھے
یہ بت ان کے ان پر خدا کا غضب تھے

☆☆☆

سدا ان کی رہتی تھی باہم لڑائی
رعونت تھی ہر ایک دل میں سمائی
غرور و تکبر، خودی، خود نمائی

تھی حصے میں ان کے وراثت سے آئی
تھا ہر زور آور کا حق جبر کرنا
مقدر تھا کمزور کو صبر کرنا

☆☆☆

جہالت تھی دل ان کے معمور رکھتی
شراب ان کی آنکھیں تھی مخمور رکھتی
زنا کے لئے ان کو مجبور رکھتی
ہر اک معصیت ان کو مسحور رکھتی
برائی تھی تمغۂ اعزاز ان کو
کہ ہوتا تھا ہر جرم پر ناز ان کو

☆☆☆

تھا باطل کا ہر ایک دل میں بسیرا
کہ تھا حق سے انسان نے منہ کو پھیرا
اچانک لگا ماند ہونے اندھیرا
ضیاؤں سے پر نور چمکا سویرا
جہاں میں کیا انقلاب آ گیا ہے
نبوت کا یوں آفتاب آ گیا ہے

☆☆☆

اندھیرا زمانے سے کافور ہو گا
جہان اب ضیاؤں سے معمور ہو گا
نبوت کے سورج سے پر نور ہو گا
ہر اک قلب جلوہ گہِ طور ہو گا
ضیا ہو گی، جلوۂ خورشید ہو گا
ہر اک لب پہ نغمۂ توحید ہو گا

☆☆☆

رسالت کے گونجیں گے ہر سو ترانے
بتوں کی پرستش بنے گی فسانے
رہیں گے نہ انسان حق سے بیگانے
بدلتے رہیں گے ہزاروں زمانے
مگر اب عبادت خدا ہی کی ہو گی
نبوت سدا مصطفیٰ ہی ہو گی

☆☆☆

نبوت کا درِ یتیم آ گیا ہے
خدا کا رسول کریم آ گیا ہے
یہ اللہ کا لطفِ عمیم آ گیا ہے
وہ انسان کو کرنے عظیم آ گیا ہے
یہ رحمتِ ہر دو جہان آ گیا ہے
دل کفر میں بھی ایمان آ گیا ہے

☆☆☆

فرشتوں نے افلاک سے یہ صدا دی
سنو آج اے اہل عالم! منادی
ہوا پیدا عالم میں عالم کا ہادی
ہوئی ہمسرِ عرش مکے کی وادی
بڑھا طور سے شان کوہِ صفا کا
ہوا بخت بیدار ثور و حرا کا

☆☆☆

اسی کے لئے انبیاء نے دعا کی
اسی کی رضا ہو گی مرضی خدا کی

بشارت اسی کو تھی حق نے عطا کی
کرے گا امامت یہی انبیاء کی
شفاعت کا ہر اک کی سر تاج ہو گا
اسی کو سرِ عرش معراج ہو گا

☆☆☆

ہزاروں برس کی بلندی و دوری
جہاں جا سکے گا نہ جبریل نوری
کرے گا مسافت یہ طے پل میں پوری
سر عرش پائے گا شرفِ حضوری
نوازے گا حق قرب کی انتہا سے
عیاں ہو گا یہ مرتبہ مصطفٰے سے

☆☆☆

مکمل ہوئی اس پہ نعمت خدا کی
ہے لایا سند خاتم الانبیاء کی
کرے گا یہ تکمیل دینِ ہدیٰ کی
یہ دے گا خبر ابتدا، انتہا کی
اٹھائے گا پردہ یہ اسرارِ کن سے
نوازے گا انساں کو علمِ لدن سے

☆☆☆

یہ ہاشم و مطلب کا نورِ نظر ہے
یہ جاں آمنہ کی یہ روح پدر ہے
یہ کانِ نبوت کا یکتا گہر ہے
یہ خورشیدِ پر نور، نورِ سحر ہے
ہر اونچے سے اونچا رسولِ تہامی

اسی کو ہر اک دور دے گا سلامی

☆☆☆

یہ سورج دلوں کو ضیا دینے والا
یہ باطل کی ظلمت مٹا دینے والا
یہ بندے خدا سے ملا دینے والا
یہ ہر زخم کھا کر دعا دینے والا
یہ بیگانے اپنے بنایا کرے گا
یہ ٹوٹے دلوں کو ملایا کرے گا

☆☆☆

مصیبت زدوں سے اسے پیار ہو گا
غریبوں یتیموں کا غم خوار ہو گا
جو دیکھے گا اس کو فدا کار ہو گا
محبت میں اس کی گرفتار ہو گا
کریں گے نثار اس پہ اس کے فدائی
زر و جان، ماں باپ، اولاد، بھائی

☆☆☆

سکھائے گا انسان کو خود آگاہی
عطا کر کے عرفانِ ذاتِ الٰہی
غلاموں کو دے گا یہ اندازِ شاہی
فقیروں کو بخشے گا یہ کجکلاہی
یہ بے بال کو بالِ پرواز دے گا
ممولے کو یہ شانِ شہباز دے گا

☆☆☆

نعت شریف

بگڑی ہوئی بنتی ہے تقدیر مدینے میں
ہوتی ہے نئی دنیا تعمیر مدینے میں

ہر قلب چمک اٹھتا ہے انوارِ رسالت سے
ظلمت کو عطا ہوتی ہے تنویر مدینے میں

شر خیر میں ڈھلتا ہے اس ارضِ مقدس پر
ہر شے کی بدلتی ہے تاثیر مدینے میں

تلنے لگے میزانِ شفاعت پہ گنہ اپنے
کام آئی میری جنسِ تقصیر مدینے میں

ملتے ہیں شرف سب کو دربارِ نبوت سے
کونین کی بٹتی ہے توقیر مدینے میں

یاں آ کے بدلتا ہے قانونِ الٰہی بھی
بخشش سے بدلتی ہے تعزیر مدینے میں

اس قلبِ منور کے انوار کا عالم کیا
ہو نورِ نبی سے جو ضو گیر مدینے میں

یاں اور عناصر کی تاثیر عجب ہو گی
ہے خاک کا ہر ذرہ اکسیر مدینے میں

کرتا ہے اسی در سے ہر نفس ذکا حاصل
ہر قلب کی ہوتی ہے تطہیر مدینے میں

ہے حب نبی یاں سی پارہ ہر اک ذرہ
ہے عشق کی بکھری ہوئی تفسیر مدینے میں

سویا ہوا مدت کا جاگ اٹھے نصیب اپنا
خوابوں کو میسر ہو تعبیر مدینے میں

لینے دو مزے عشقِ احمد کی اسیری کے
رہنے دو مجھے پا بہ زنجیر مدینے میں

جو کچھ بھی ملتا ہے دربارِ رسالت سے
ہے حق کی عطاؤں کی جاگیر مدینے میں

نعت شریف

میری دنیا میری سرکار مدینہ تیرا
تیرے بلبل کا ہے گلزار مدینہ تیرا

مقصدِ زیست تیری ذات ہے دنیا بھر میں
میرا مقصود ترا پیار مدینہ تیرا

بے بصر ہوں، بے پرو بال، شکستہ پا ہوں
حدِ امکاں سے مری یاد مدینہ تیرا

میں ترس جاتا ہوں جب دیکھنے والے دیکھوں
تیرے کوچے، تیرے بازار، مدینہ تیرا

حق کی تخلیق کاشہکار ہے تیری ہستی
سارے عالم میں ہے شہکار مدینہ تیرا

نیرِ نور! ہے عالم میں اجالا تجھ سے
کیوں نہ ہو مطلعِ انوار مدینہ تیرا

تیرے مسکن سے محبت ہے محبت تیری
ہے تیرے پیار کا معیار مدینہ تیرا

جذبۂ شوقِ زیارت کی ہے خواہش اتنی
دل میں بس جائے اے سرکار مدینہ تیرا

تیری شفقت ہو تو سو بار مدینے آؤں
میری قسمت میں ہو سو بار مدینہ تیرا

تیرا اللہ تیرے واصفؔ کو مقدر کر دے
تیری چوکھٹ، تیرا دربار، مدینہ تیرا

نعت شریف

مِرا سر ہو اور خاکِ پاکِ مدینہ
نہ میں تاج چاہوں، نہ مانگوں خزینہ

خدا کے نبی کا کرم ناخدا ہے
مِرا ڈگمگائے گا کیونکر سفینہ

حوادث کے طوفان جب موجزن ہوں
ہر اک موج بنتی ہے میرا سفینہ

نبی کی محبت کی ہر درس گاہ میں
سکھاتے ہیں پہلے ادب کا قرینہ

بڑی اونچی منزل ہے عشقِ نبی کی
بنا دے خدا اپنی رحمت کو زینہ

تفاوت ہے دونوں میں ارض و سما کا
کہاں شانِ طیبہ کہاں طورِ سینا

ہے جینا محبت میں مرنا نبی کی
الٰہی سکھا مجھ کو مر مر کے جینا

ضیا پاش جس دل میں حبِ نبی ہو
وہاں ظلمتیں، نہ حسد، نہ ہی کینہ

نبی کی محبت کے قابل نہیں ہے
وسیع جس کا دل نہ کشادہ ہو سینہ

لٹاتی ہے یادِ حبیب خدا میں
میری چشمِ تر موتیوں کا خزینہ

جڑا ہے میرے دل کی انگشتری میں
خداوند نے حب نبی کا نگینہ

جہاں صاحب قاب قوسین پہنچے
بنا عرش ان کی منازل کا زینہ

نظر آ رہے ہیں اجل کے کنارے
کہاں آگیا زندگی کا سفینہ

بچا ضرب سے برگِ گل کی بھی اس کو
محبت کا نازک ہے یہ آبگینہ

چھپایا ہے تیری نظر سے یہ کس نے؟
تو ڈھونڈ اپنے دل میں یقیں کا دفینہ

لٹاؤں گا کب خاکِ طیبہ پہ سجدے
بر آئے گی کب آرزوئے دیرینہ

بدل دے سکوں سے میری بے قراری
اتار اپنی رحمت کا مجھ پہ سکینہ

لیا اپنے دامن میں رحمت نے تیری
ندامت کی میری جبیں کا پسینہ

کرم نے ترے کر دیا تیرا واصفؔ
تھا کب اس شرف کے یہ قابل کمینہ

نعت شریف

مری قسمت کا بھی چمکے ستارا یارسول اللہؐ
ہو دل محوِ جمالِ عالم آرا یارسول اللہؐ

شکستہ آرزوؤں نے جگر کو کر دیا ٹکڑے
کیا دل حسرتوں نے پارا پارا یارسول اللہؐ

دلِ مجبور میں میرے تڑپ کر رہ گئے ارماں
مری بے چارگی کا کوئی چارا یارسول اللہؐ

خزاں بن کر گناہوں کی نحوست چھا گئی مجھ پر
بہارِ زندگانی پھر خدارا یارسول اللہؐ

میں چاہوں ڈوب کر مرنا ترے دریائے رحمت میں
نہ ساحل میری منزل نہ کنارا یارسول اللہؐ

وہ کیوں دنیا میں غیروں کے سہارے آسرے ڈھونڈے
دو عالم میں ہو تو جس کا سہارا یارسول اللہؐ

پریشاں حالیوں محرومیوں کے وحشتِ غربت میں
پھروں گا کب تلک میں مارا مارا یارسول اللہؐ

لٹائی نفس کے ہاتھوں خود اپنی عمر کی پونجی
میں سب کچھ اپنے ہاتھوں آپ ہارا یا رسول اللہؐ

بنایا پیار کے کیا کیا مزے لے لے کے خالق نے
تمہیں کتنا حسیں، کتنا پیارا یارسول اللہؐ

رہا محروم کب تیرے کرم سے دونوں عالم میں
جہاں بھی جس نے بھی جب بھی پکارا یارسول اللہؐ

کسی کے در پہ کیوں جائے کسی سے بھیک کیوں مانگے
یہ سگ، یہ منگتا واصفؔ ہے تمہارا یارسول اللہؐ

نعت شریف

ارض و سما میں شے کوئی ایسی کہیں نہیں
سلطان دوسراؐ کے جو زیر نگیں نہیں

عالم ممکنات میں تیری کہاں مثال
تجھ سا ترے سوا کوئی ممکن نہیں نہیں

ہر سر کو تیرے در کی سعادت کہاں نصیب
سجدہ کے اہل یاں پر ہر اک جبیں نہیں

کرتے ہیں نیرین کے ظاہر یہ معجزات
ہمسر تیرا اے قدرتِ کل کے امیں نہیں

روئے زمیں پہ، چاند پہ از فرش تا عرش
طیبہ کی خاکِ پاک سی کوئی زمیں نہیں

کب تک رہیں گی میرے مقدر میں ظلمتیں
اے آمنہؓ کے چاند تو ماہِ مبیں نہیں؟

ہے سایۂ عطائے نبی منزل مراد
مقصود میرا مر کے بھی خلد بریں نہیں

آ! اے قرارِ جان کہ کوئی ترے سوا
وجہ سکون وراحتِ قلبِ حزیں نہیں

قابل نہیں ہے رحمتِ پروردگار کے
جس دل میں حبِ رحمۃ اللعالمینؐ نہیں

کیونکر جلیں یہ نفس کی خواہش کے خار و خس
دل میں ہمارے آتشِ سوز یقیں نہیں

درویش ہوں، ہے خاک نشینی میرا شعار
واصفؔ کسی امیر کا میں ہم نشیں نہیں

آ ہم کو اپنے عشق کی آتش سے پھر نواز
سینے میں اب کسی کے دل آتشیں نہیں

☆☆☆

نعت شریف

رحمت ہے دو جہان کی ارزاں تری گلی
بٹتی ہے آقاؐ دولتِ ایماں تری گلی

اے نیرِ توحید! اے خورشید معرفت!
افقِ جہاں پہ مطلع عرفاں تری گلی

جاتا ہے ذاتِ حق کو بس اک ہی راستہ
ہے راہ گذارِ کوچۂ یزداں تری گلی

ہیں بام و در پسینہ کی خوشبو سے مشک یاب
مہکی رہے گی یوں ہی رخشاں تری گلی

انساں کو تیرے در سے میسر ہوا سکوں
آسودگی دل کا ہے ساماں تری گلی

خود بڑھ کے اس کے جادۂ حق نے قدم لئے
بھٹکا ہوا جو آ گیا انساں تری گلی

اللہ رے تیرے دستِ سخاوت کی وسعتیں
پھیلائے دو جہاں نے ہیں داماں تری گلی

ہر ذرہ داستانِ محبت کا یاں امیں
ہر داستانِ عشق کا عنواں تری گلی

میں کیا ہوں میرا تیرے گداؤں میں کیا شمار
پھرتے ہیں بھیک مانگتے سلطاں تری گلی

کیجیے ادھر بھی گوشۂ دیدۂ التفات
آئے ہیں تیرے سوختہ ساماں تری گلی

☆☆☆

نعت شریف

کب تک دیارِ طیبہ ترسیں تجھے نگاہیں
سجدوں کو ہوں مقدر اے کاش تیری راہیں

خاکِ رہِ مدینہ چمکے مری جبیں پر
نقشِ قدم کسی کے ہوں میری سجدہ گاہیں

مقدور ہو تو لے کر حاضر ہو بے نوا بھی
کچھ بے کسی کے آنسو کچھ بے بسی کی آہیں

پھر جگمگائے میری ہستی کا ذرہ ذرہ
ظلمت کدے ہوں دل کے جب ان کی جلوہ گاہیں

آنکھوں میں میری ان کے ہوں لازوال جلوے
روضہ کی جالیوں سے لپٹی ہوئی ہوں باہیں

ذکر حبیب حق نے دل کو سکون بخشا
دامانِ مصطفیٰ نے عصیاں کو دیں پناہیں

ہر بتکدۂ دل میں اک زلزلہ سا آیا
وہ انقلاب ساماں اٹھیں جدھر نگاہیں

حد ہے عطائے حق کی نہ سخائے مصطفیٰ کی
مختار کل ہیں مولا دیں جس کو جتنا چاہیں

بس اور کوئی خواہش دل میں رہے نہ اپنے
چاہیں خدا کو تجھ سے، تجھ کو خدا سے چاہیں

تیرے فقیرِ در کی اللہ رے بے نیازی
جچتی نہیں نظر میں شاہوں کی بارگاہیں

پوچھے تو کوئی ہم سے ہیں رشکِ تاجِ شاہی
تیرے گدا گروں کی میلی پھٹی کلاہیں

اربابِ عشق واصفؔ دنیا سے ہیں علیحدہ
ان کی الگ ہے منزل ان کی جدا ہیں راہیں

☆☆☆

نعت شریف

خدا کی وہ شانِ کرم دیکھتے ہیں
تجھے جو اے شاہِ امم دیکھتے ہیں
جنہیں دیکھنا ہو تجھے، تیرے ہوتے
وہ کب سوئے باغِ ارم دیکھتے ہیں
کٹھن کس قدر ہے محبت کا رستہ
مڑیں جس طرف پیچ و خم دیکھتے ہیں
ہیں اہل نظر کی نظر میں دو عالم
وہ کب تجھ کو اے جامِ جم دیکھتے ہیں
رخِ زرد پر خون کے سرخ آنسو
یہ ہم صورتِ اہل غم دیکھتے ہیں
کٹھن منزلوں میں بھی در ماندہ راہی
مری ہمتیں تازہ دم دیکھتے ہیں
کہیں عشق کی تخم ریزی سے پہلے
کسی دل کی مٹی میں نم دیکھتے ہیں
رخ لالہ وش پہ پسینے کے قطرے
ملے آب و آتش بہم دیکھتے ہیں
مجھے تھام لیتے ہیں وہ، جب خطا سے
مرے ڈگمگائے قدم دیکھتے ہیں

☆☆☆

ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

وہ مادرِ شفیق، ام امتِ رسول
جس کی نبی نے زوجیت کی اولیں قبول
جس کی اولاد پاک سے ہے فاطمہ بتول
جس کے حسین و حسن ہیں باغ نبی کے پھول
وہ عورتوں میں اول الایمان طاہرہ
وہ فاطمہ کی مادرِ ذی شان طاہرہ

☆☆☆

وہ مصطفیٰ کی مونس و ہمدرد و غمگسار
وہ طیبہ، وہ طاہرہ، وہ پیکرِ ایثار
کہتے تھے اہل عرب جسے ملکۂ تجار
جس نے نبی کی ذات پہ سب کچھ کیا نثار
حاصل رہا یہ زندگی بھر جس کو امتیاز
تنہا رہی وہ زوجیت میں ان کی سرفراز

☆☆☆

جس کو یہ لازوال سعادت عطا ہوئی
جس کو نبی کی پاک رفاقت عطا ہوئی
جس کو بتول پاک سے عترت عطا ہوئی
ہر دو جہان کی جسے عظمت عطا ہوئی
جس کو ملیں فضیلتیں فضلِ کبیر سے
گھر جس کا جگمگایا سراجِ منیر سے

☆☆☆

سب کچھ لٹایا حبِ حبیب اللہ میں
عالم پناہ وہ سایۂ عالم پناہ میں
ہر ایک چیز ہیچ تھی جس کی نگاہ میں
جو کچھ بھی تھا وہ پیش کیا بارگاہ میں
تھا زیست کا سامان محبت رسول کی
اس کا تھا بس جہان محبت رسول کی

☆☆☆

اس کے تھادل کا چین محبت رسول کی
سرمایۂ کونین محبت رسول کی
تھی راحتِ دارین محبت رسول کی
تھی اس کے دل کا چین محبت رسول کی
اس کاہراک نفس جو تھا اس کائنات میں
وہ محو تھا حبیب خداوند کی ذات میں

☆☆☆

شانِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

ہو مجھ سے حمد کیا اے خالقِ ارض و سما تیری
جہاں کے ذرے ذرے کی زباں پر ہے ثناء تیری
ہے قدرت ہر جگہ ہر چیز میں جلوہ نما تیری
فزوں ہے ساری دنیا کی عطاؤں سے عطا تیری
نہ تخت و تاج دے مجھ کو نہ دولت مال دے مجھ کو
نبی کے عشق کے سانچے میں یارب ڈھال دے مجھ کو

☆☆☆

نہیں مجھ سے کوئی برتر گناہی، بخش دے مجھ کو
چھپا بخشش میں میری روسیاہی، بخش دے مجھ کو
بدل وسعت سے میری کم نگاہی، بخش دے مجھ کو
نبی کے عشق کی دولت، الٰہی بخش دے مجھ کو
میرے دل کو عطا کر جذبۂ ایثارِ صدیقی
الٰہی! بخش مجھ کو سیرت و کردارِ صدیقی

☆☆☆

الٰہی اور برسا مجھ پہ رحمت کی گھٹاؤں کو
عطاؤں سے مٹادے میری بدیوں کو، خطاؤں کو
مجھے ایمانِ کامل کی عطا کر انتہاؤں کو
مشرف کر اجابت سے میرے دل کی دعاؤں کو
فرازِ فکر دے مجھ کو دلِ پر سوز دے مجھ کو

علوم دین کی شمعِ دل افروز دے مجھ کو

سرور و کیف و سرمستی کی نعمت دینے والے دے
شرابِ عشقِ احمد کے مجھے جی بھر کے پیالے دے
دِل تیرہ کو میرے علم و عرفاں کے اجالے دے
نرالا ہے میرا موضوع، سخن مجھ کو نرالے دے
صداقت کو بیاں کرنے کا حامل دے قلم مجھ کو
کہ کرنا سیرتِ صدیق اکبر ہے رقم مجھ کو

☆☆☆

مِرے قلب و زباں وقفِ ثنائے مصطفیٰ کردے
مجھے یا رب سزاوارِ ثنائے مصطفیٰ کردے
وفاؤں کو میری حرفِ ولائے مصطفیٰ کردے
مِرا ہر اک نفس محوِ رضائے مصطفیٰ کردے
ضعیفی میں توانائی دے، پیری میں جوانی دے
جو عشقِ مصطفیٰ میں ہو صرف وہ زندگانی دے

☆☆☆

دو عالم میں حبیب کبریا سا ہو نہیں سکتا
کوئی محبوب محبوب خدا سا ہو نہیں سکتا
نبی کوئی بھی ختم الانبیاء سا ہو نہیں سکتا
کوئی بھی اب محمد مصطفیٰ سا ہو نہیں سکتا
محمد مصطفیٰ کا یہ شرف ختم نبوت کا
تتمہ ہے حبیب ربِ عالم کی فضیلت کا

☆☆☆

وہ ہر ذی جاہ سے افضل، وہ ہر ذی جان سے افضل
محمد مصطفیٰ کل عالم امکان سے افضل
ہے بعد از انبیاء صدیق ہر انسان سے افضل
وہ ہے ایمان میں ہر اول الایمان سے افضل
محمد مصطفیٰ کا وہ حقیقی جانشیں پہلا
مسلمانانِ عالم کا امیرالمومنینؓ پہلا

☆☆☆

نبی نے زندگی ہی میں نیابت سونپ دی اس کو
نمازِ باجماعت کی امامت سونپ دی اس کو
حقیقت میں عمل سے یوں خلافت سونپ دی اس کو
ہر اک شے دین کی مثل ودیعت سونپ دی اس کو
اوامر کو نہی کو دین کے احکام کو سونپا
محافظ کو صحیح اسلام کے اسلام کو سونپا

☆☆☆

تہی داماں مسلمانوں کو مال و زر دیا اس نے
ضرورت جب پڑی حاجت کا دامن بھر دیا اس نے
نبی کے ہر اشارے پر لٹا سب گھر دیا اس نے
ہوا جو کچھ بھی اپنے پاس قرباں کر دیا اس نے
کہا ہر حال میں مجھ کو نبی کی ہے رضا کافی
خدا کافی ہے مجھ کو اور محبوب خدا کافی

☆☆☆

محمد مصطفیؐ کا دین کے ہر کار میں ساتھی
جہاد فی سبیل اللہ کی ہر پیکار میں ساتھی
کفن بردوشِ ہجرت امتحانِ غار میں ساتھی
ہمیشہ کیلئے روضۂ پرانوار میں ساتھی
مؤرخ ہجرتِ نبوی پہ جب بھی غور کرتا ہے
تو تحسینِ وفائے یارِ غارِ ثور کرتا ہے

☆☆☆

دلوں کو جگمگا دیتی ہے یوں تنویر صدیقؓ
نمایاں کس قدر ہے عظمت و توقیرِ صدیقؓ
امورِ دین میں حجت تھی ہر تدبیرِ صدیقؓ
کڑی تھی دشمنانِ دین پر تعزیر صدیقؓ
نظام دین و دنیا میں نہ تھا کوئی جواب اس کا
رضائے حق خلافت کیلئے تھا انتخاب اس کا

☆☆☆

اجل للکارتی ہے جب ہر اک جی چھوڑ جاتا ہے
جسے ہو جان کا خطرہ محبت توڑ جاتا ہے
وفا جس میں نہ ہو مشکل میں وہ منہ موڑ جاتا ہے
وفا طینت وفا سے مر کے رشتہ جوڑ جاتا ہے
نہ کی اف سانپ کے ڈسنے پہ جس نے صبر جو ہو کر
وہ نکلا ہر وفا کے امتحاں سے سر خرو ہو کر

☆☆☆

ورائے فہمِ انساں ہے ولا صدیق اکبر کی

رضا کارِ پیغمبرؐ تھی رضا صدیق اکبر کی
صداقت میں ڈھلی تھی ہر ادا صدیق اکبر کی
تھی وقفِ مصطفیٰ ہر اک وفا صدیق اکبر کی
خداوندِ جہاں معبود تھا صدیق اکبر کا
دو عالم میں نبی مقصود تھا صدیق اکبر کا

☆☆☆

وہ زورِ ارتداد و کفر کا سر پھوڑنے والا
وہ ہر اک فتنۂ باطل کی قوت توڑے والا
وہ طوفانوں کا رخ مردانگی سے موڑنے والا
تدبر سے قبائل کے دلوں کو جوڑنے والا
نبی کے دین میں کی غیر نے جب رخنہ اندازی
مسلمانوں کو دی اکنافِ عالم میں سر افرازی

☆☆☆

ہے کیا آسان محبوب حبیب کبریا ہونا
فدا کرنا ہر اک شے راہ دیں میں خود فدا ہونا
بقولِ مصطفیٰ حق سے یوں حقدارِ عطا ہونا
ہے نا ممکن کسی انسان کا صدیق سا ہونا
زمانہ ہر قرن میں بہترین انسان لائے گا
مگر صدیق اکبر سا کبھی کوئی نہ آئے گا

☆☆☆

وہ ام المومنیں عائشہؓ نبی کی راز داں بیوی
وہ علم و اسوۂ نبوی کی بحرِ بیکراں بیوی

وہ محبوبۂ محبوب خداوند جہاں، بیوی
نبی کی وہ رفیقۂ حیاتِ جاوداں بیوی
صدیقہ کی صداقت کی خدا نے خود گواہی دی
اور اس کے دشمنوں کو دوجہاں کی روسیاہی دی

☆☆☆

وہ صدیقہ خلوص وصدق کے شہکار کی بیٹی
وہ ایمان و یقیں کے قافلہ سالار کی بیٹی
ڈھلی ایثار میں وہ پیکرِ ایثار کی بیٹی
نبی کے صاحبِ ہجرت کی، یار غار کی بیٹی
وہ یارِ غار جس کی عظمتیں سب سے اکابر تھیں
وہ جس کی نیکیاں اک شب کی تاروں کے برابر تھیں

☆☆☆

وہ احکام نبی کا پاسدار و پاسباں راہبر
وہ کہسارِ عزائم، ہمتوں کی وہ چٹاں راہبر
وہ استقلال سر تا پا، وہ میر کارواں راہبر
نبی کے بعد امت کا وہ پہلا حکمراں راہبر
نبی کے دین کی خاطر جو طوفانوں سے ٹکرایا
وہ دیں کے باغیوں، دنیا کے سلطانوں سے ٹکرایا

☆☆☆

یہ پاسِ حکم نبوی تھا یہ پاس فرمانبرداری
اسامہؓ کو دیا صدیق نے فرمانِ تیاری
ہوئی وجہ نزاع پھر زید کے بیٹے کی سالاری

مخالف تھے مہاجر سب، مخالف تھے سب انصاری
مگر اس صادق الطاعت نے ہر رائے کو ٹھکرایا
عمل صدیق نے فرمانِ نبوی پر یوں فرمایا

☆☆☆

وہ وحدت کے سمندر سے عیاں مثلِ صدف نکلے
شہادت کی محبت میں مجاہد سر بکف نکلے
جوانانِ جری پہلو بہ پہلو صف بہ صف نکلے
جلو میں لے کے فتح اور نصرت کے شرف نکلے
یہ حیرت خیز نظارہ تھا حجت ضبط کاری پر
امیرالمومنیں پیدل، اسامہ تھا سواری پر

☆☆☆

بگولے کی طرح اٹھے، بڑھے سیلِ رواں ہو کر
گرے ہر دشمنِ اسلام پر برقِ تپاں ہو کر
نہائے خون میں دشمن کے تیغ خوں فشاں ہو کر
وہ ہر میدان سے لوٹے مجاہد کامراں ہو کر
زبانوں پر تھے افسانے اسامہ کی شجاعت کے
کرشمے تھے یہ صدیقی تدبر کے فراست کے

☆☆☆

بڑی مشہور تھی ہرقل کی گو فرعون سامانی
رہا غالب مسلمانوں کا لیکن جوشِ ایمانی
تھی فرمانِ نبی کا معجزہ امدادِ ربانی
رہی ہو کر وہی صدیق نے تھی دل میں جو ٹھانی

یہ اک اعجاز تھا ہرقل کا یوں مرعوب ہو جانا
دلوں کا غلبۂ اسلام سے مغلوب ہو جانا

☆☆☆

زکوٰۃ مال و زر کے جو ہوئے فرمان سے باغی
نبی کے دین سے برگشتہ اور ایمان سے باغی
خدا و مصطفٰی کے حکم سے قرآن سے باغی
اصول دین سے اسلام کے ارکان سے باغی
وہ دوبارہ ہر اک کو دعوت ایمان دیتا تھا
نبی کی اتباع پہ اس طرح وہ جان دیتا تھا

☆☆☆

امیر المومنیں کی منکروں نے ایک نہ مانی
ہوئی حد سے فزوں ان کے گناہوں کی فراوانی
بڑے سوئے مدینہ لے کے اپنی فوج شیطانی
ادھر بھی موجزن صدیق کا تھا جوشِ ایمانی
ملا کر خاک میں ہر اک عدو کو خاک کر ڈالا
نہ دی جس نے زکوٰۃ اس سے جہاں کوپاک کرڈالا

☆☆☆

زکوٰۃ مال وزر کے منکروں کے ساتھ لڑنے سے
صحابہ روکتے صدیق کو تھے جنگ کرنے سے
کہا صدیق نے حل مسئلہ ہو گا نہ ڈرنے سے
ادائے فرض دیں میں ڈر نہیں سکتا میں مرنے سے
ہے جب تک زندگی میری نہ اپنا عہد توڑوں گا

ہوئی جس کے بھی ذمہ ایک رسی لے کے چھوڑوں گا

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

دینِ اسلام کی تلوار فاروقِ اعظم
مرحبا جری ہے سالار فاروق اعظم
کعبۂ اللہ کا وہ بے خوف مؤذن پہلا
کفر میں حق کی ہے للکار فاروق اعظم

☆☆☆

پاسبانِ دین وحرمین فاروق اعظم
ہے خدا کا لطفِ دارین فاروق اعظم
مانگ کر حق سے لیا آپ نبی نے واصفؔ
ہے مرادِ شہ کونین فاروق اعظم

☆☆☆

عظمتِ دیں کا نگہبان فاروق اعظم
مہرِ تابندۂ ایمان فاروق اعظم
جس نے انصاف کے پلڑے میں ہر اک کوتولا
ہے وہ اسلام کا میزان فاروق اعظم

☆☆☆

حق و اسلام کی تائید فاروق اعظم
کفر و باطل کی ہیں تردید فاروق اعظم
عشقِ محبوب الٰہی کا ذبیح اے واصفؔ
ہیں شہیدِ حب توحید فاروق اعظم

☆☆☆

اہل اسلام کی توقیر فاروق اعظم
عظمتِ دین کی تصویر فاروق اعظم
یہ پھٹے کپڑوں میں درویش خدا کا واصفؔ
ہے جہانبان و جہانگیر فاروق اعظم

☆☆☆

عشق کی دنیا کا شہباز فاروق اعظم
مصطفیٰ کا ہے جو جانباز فاروق اعظم
جس کا ہمشیر کی قرأت نے مقدر بدلا
ہے وہ قرآن کا اعجاز فاروق اعظم

☆☆☆

جس طرف حق کے پیمبرؐ کا عمر آتا ہے
واں نہ ابلیس نہ ابلیس کا شر آتا ہے
اس سے کس طرح نہ واصفؔ ڈریں کفارِ جہاں
ظلِ فاروق سے شیطان کو ڈر آتا ہے

☆☆☆

حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ

حب راحتِ دارین ہے عثمان غنی کی
شفقت دلوں کا چین ہے عثمان غنی کی
نورینِ نبی سے رہا پُر نور جس کا گھر
وہ ذات ذوالنورین ہے عثمان غنی کی

☆☆☆

کیا رحم بے مثال ہے عثمان غنی کا
کیا حلم لازوال ہے عثمان غنی کا
اوراق پہ قرآں نے لیا خونِ شہادت
کیا مرتبہ کمال ہے عثمان غنی کا

☆☆☆

سورج ہے یا ضمیر ہے عثمان غنی کا
دل مطلعِ تنویر ہے عثمان غنی کا
ہر اک ادا نظیر ہے حب رسول کی
کیا عشق بے نظیر ہے عثمان غنی کا

☆☆☆

دل عشق سے سرشار ہے عثمان غنی کا
ہر اک عمل ایثار ہے عثمان غنی کا
محبوب خدا کو ہے حیا جس کی حیا سے
وہ نامِ حیا دار ہے عثمان غنی کا

☆☆☆

بے مثل اپنی شان میں عثمان غنی ہے
اس سا نہ دو جہان میں عثمان غنی ہے
بنایا ہے اپنا ہاتھ جس کا نبی نے ہاتھ
وہ بیعتِ رضوان میں عثمان غنی ہے

☆☆☆

جامع القرآن عثمان غنی
نیرِ ایقان عثمان غنی
دین کی ہے جان عثمان غنی
قلزمِ عرفان عثمان غنی

☆☆☆

صبر کا واصفؔ وہ اک کوہِ گراں
عظمتِ اسلام کا انمٹ نشاں
حلم کی ہے کان عثمان غنی
دین کی ہے شان عثمان غنی

☆☆☆

امام عالی مقام
سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

یہ صبر، یہ شجاعت، یہ حسنِ دلنوازی
سیکھے حسینؓ سے کوئی آداب جانبازی

سجدہ میں سر کٹانا شبیرؓ کا ہے شیوہ
یوں تو ہزاروں لاکھوں دنیا میں ہیں نمازی

نوکِ سناں پہ سر ہے تن خاکِ کربلا پر
وہ شانِ خاکساری یہ شانِ سر فرازی

یوں کب کسی نے سب کچھ حق کیلئے لٹایا
شبیرؓ کا شرف ہے یہ شانِ امتیازی

راہِ رضائے حق میں حدِ رضا پہ پہنچا
اللہ رے ماسوا سے یہ تیری بے نیازی

تجھ سا جہاں میں صابر پیدا ہوا نہ ہو گا
اے کربلا کے فاتح، اے خسروِ حجازی

صبرِ حسینؓ سے ہیں الجھی ہوئی جفائیں
حق سے ہے رزم آرا باطل کی حیلہ سازی

بنیادِ حق پرستی اصل حسینیت ہے
اصلِ یزیدیت ہے شیطاں کی چال بازی

ہوتا حسینیتؓ کا جائے گا بول بالا
جتنے یزید چاہیں کر لیں ستم طرازی

تطہیر کی گواہی قرآں کی خود زباں سے
آلِ نبی سی کس کی ہے شانِ پاک بازی

مر کر بھی زندہ رہنا تو نے ہمیں سکھایا
تجھ سے حسینؓ سیکھی ہم نے حیات سازی

بیچارگاں پہ اپنے نظرِ کرم خدارا
بیچارگاں کا چارا ہے تیری چارہ سازی

مومن کی زندگی کے دو ہی مقام ہیں یاں
مرنا شہید ہو کر یا جینا بن کے غازی

ہے شرط عشق ٹپکے خالص لہو جگر کا
ہے میرے آنسوؤں کی رنگت ابھی پیازی

تجھ کو حسینؓ کا ہے حاصل غلام ہونا
واصفؔ تجھے مبارک ان کی گدا نوازی

پناہ حسینؓ میں

لاکھوں پہاڑ ظلم کے راہ حسینؓ میں
رائی تھے عزم و صبرِ ذی جاہِ حسینؓ میں
صدمہ ہر اک شہید کا پسماندگاں کا غم
کتنے کٹھن تھے امتحاں راہِ حسینؓ میں
لشکر یزید کا تھا ہزاروں پہ مشتمل
تھے جانباز چند سپاہِ حسینؓ میں
پشتِ پناہِ کفر تھیں فوجیں یزید کی
تھی آبروئے دین پناہِ حسینؓ میں
ایمان کی ضیا تھی یا مشعلِ وفا
آئی نظر جو حر کو پناہِ حسینؓ میں
خلفائے راشدین کی دل میں تھیں عظمتیں
چچتا کہاں یزید نگاہ حسینؓ میں
ایثارِ بے مثال کی دنیا میں اک مثال
زندہ رہے گی اسوۂ شاہِ حسینؓ میں
صبر و رضائے حق کے ہزاروں ہیں مرحلے
چلنا بڑا محال ہے راہِ حسینؓ میں
روز و شب یزید میں ظلموں کی تیرگی
حق کا ہے نور شام و پگاہِ حسینؓ میں
دونوں جہاں کی ذلتیں تاجِ سرِ یزید
ہے عظمتِ کونین کلاہِ حسینؓ میں
آل نبی کا عشق ہے میرا چراغِ زیست
جلتا ہوں سوز الفتِ شاہِ حسینؓ میں

☆☆☆

اہل بیت پاک
رضوان اللہ علیہم اجمعین

درد و آلام و مصائب داستانِ اہل بیت
صبر و تسلیم و رضا آئین جانِ اہل بیت

سر تا پا ایثار سے ان کی عبارت زندگی
جاں سپاری سے ہے تعمیرِ جہانِ اہل بیت

ہر قدم پر تھی قیامت، حشر تھا ہر موڑ پر
کن کٹھن راہوں سے گزرا کاروانِ اہل بیت

جبر کی بھی انتہا تھی صبر کی بھی انتہا
ہے ورائے عقل حدِ امتحانِ اہلِ بیت

چاند زہرا کے چمکتے ہیں لہو میں ڈوب کر
ہر زمین کربلا ہے آسمانِ اہل بیت

اہل بیت پاکؓ نے اپنے لہو سے سینچ کر
دشتِ مظلومی میں پالا گلستانِ اہلِ بیت

کربلا کیسے ہوئی شامِ غریباں کی سحر
کس طرح خیموں میں تڑپا خاندانِ اہلِ بیت

آنسوؤں کی سیل میں ڈوبی ہوئی خاموشیاں
صبر تھا ہر حال میں مہرِ زبانِ اہل بیت

لاکھ طوفاں ہوں، بگولے ہوں، ہزاروں آندھیاں
بجھ نہیں سکتا چراغِ عزم و آنِ اہل بیت

حب اہل بیت میں ڈوبی ہوئی ہو زندگی
ہر نفس یارب ہو محوِ ذکرِ شانِ اہل بیت

بندگی میری ہے واصف ان کے در کی بندگی
میرا ہر سجدہ ہے وقفِ آستانِ اہل بیت

☆☆☆

ترانہ نورؒ

دے مجھے بادۂ ذوق عاشقانہ نور کا
ساقیا پی پی کے میں گاؤں ترانہ نور کا

آسماں پر ہیں ستارے یا بکھیرا نور نے
نور کے خرمن سے اپنے دانہ دانہ نور کا

نور کا دریا ہے دِیں منبع ہے ذاتِ مصطفیٰ
بندۂ مومن کا دل ہے کیا خزانہ نور کا

دولتِ نورِ نبی کا یہ بھی کیا اعجاز ہے
جس قدر بٹتا ہے بڑھتا ہے خزانہ نور کا

ہیں محیط عالمِ اِمکاں ضیائیں نور کی
ذرّے ذرّے پر ہے فیض بیکرانہ نور کا

جادۂ حق ہے صراطِ زندگانی نور کی
ہر نشانِ پا ہے نقشِ جاودانہ نور کا

ہے طلب صادق تو کر سینے میں اپنے جستجو
ہے تیرے اس کوچۂ دل میں ہی خانہ نور کا

نور کرتا ہے میری قسمت کی خود مشاطگی
گیسو ہر الجھن کے سلجھاتا ہے شانہ نور کا

سر تا پا نورِ بصیرت ہے کہانی نور کی
سر تا پا نورِ ہدایت ہے فسانہ نور کا

سجدہ ہائے پے بہ پے سے آ کروں روشن تجھے
اے جبینِ شوق یہ ہے آستانہ نور کا

آؤ کر لیں ہم بھی روشن دل کو اس کے نور سے
مطلعِ انوار ہے یہ آستانہ نور کا

سر زمین کیلیانوالہ ہے وادی نور کی
ہے زیارت گاہِ عالم آستانہ نور کا

مشعلِ اسلام ہو اس گھر کا ہر چشم و چراغ
جگمگائے حشر تک یارب گھرانہ نور کا

ہو رہی ہیں آج کیا جانیں بہم سرگوشیاں
ہے لحد سے ہم بغل نورِیگانہ نور کا

نور ہے اولاد تیری نور جدِ پاک بھی
اے حسنؒ کے نورؒ تیرا کل گھرانہ نور کا

ساقی کوثر کے صدقے میں لٹائے مستیاں
جاوداں یہ میکدۂ جاودانہ نور کا

نور سے اپنے منور تیرہ دل کرتا رہے
اے خدا تا حشر یہ نوری گھرانہ نور کا

ہیں برستی رحمتیں عصیاں پہ کس اعجاز سے
ہے کرم واصفؔ پہ کیا کیا معجزانہ نور کا

☆☆☆

اے زائرِ حبیبؐ

اے قافلہ سالارِ حرم، عشق کے نقیب
چومی تری جبیں نے ہے خاکِ درِ حبیب
تجھ کو کروڑ بار مبارک تیرے نصیب
اے زائرِ حبیبؐ، اے صاحبِ نصیب
......تجھ کو کروڑ بار مبارک ترے نصیب......

قسمت نے تیری گوہرِ مقصود پا لیا
اڑ کر تمہارے بخت نے منزل کو جا لیا
برسوں کے فاصلے ہوئے پل بھر میں یوں قریب
اے زائرِ حبیبؐ، اے صاحب نصیب
......تجھ کو کروڑ بار مبارک ترے نصیب......

حق کی عنائتوں سے نوازا گیا تجھے
دل کی نہایتوں سے نوازا گیا تجھے
دونوں جہاں کی نعمتیں تجھ کو ہوئیں نصیب
اے زائرِ حبیبؐ، اے صاحب نصیب
......تجھ کو کروڑ بار مبارک ترے نصیب......

مولا علی کے، فاطمہ زہرا ؓ کے نورِ عین
تو ہے نجیب، اور ہے خادم کے دل کا چین
ہے بچہ بچہ گھر کا تیرے طیب و نجیب
اے زائرِ حبیبؐ اے صاحب نصیب
......تجھ کو کروڑ بار مبارک ترے نصیب......

ایثار تیرا خلق، مروت تیرا شعار
اے پیکرِ خلوص، محبت تیرا شعار
کردار تیرا سر تا پا ہے چشمۂ تہذیب
اے زائرِ حبیبؐ اے صاحب نصیب

......تجھ کو کروڑ بار مبارک ترے نصیب......

کچھ تو ہوں وصلِ یار کی افشا نوعتیں
کچھ ہم کو بھی عطا ہوں نظر کی ودیعتیں
ہم بھی نگاہِ لطف کے ہیں منتظر غریب
اے زائرِ حبیبؐ اے صاحب نصیب

......تجھ کو کروڑ بار مبارک ترے نصیب......

جب دِکھ رہی تھی حسن کے انوار کی وہ جہات
جب جگمگا رہے تھے تجلی سے شش جہات
تھی آمنہ کے چاند کی کیا چاندنی عجیب
اے زائرِ حبیبؐ اے صاحب نصیب

......تجھ کو کروڑ بار مبارک ترے نصیب......

جب تشنگانِ دید کا اس در پہ تھا ہجوم
تھی کائنات وجد میں مے کش رہے تھے جھوم
ساقی کی چشمِ مست کا تھا کیا نشہ عجیب
اے زائرِ حبیبؐ اے صاحب نصیب

......تجھ کو کروڑ بار مبارک ترے نصیب......

جب سرخوشی سے مست تھے دیوانگانِ عشق
جب تھا ہجوم عشق میں وہ آستانِ عشق

کیسا حسیں تھا منظرِ حسنِ درِ حبیبؐ
اے زائرِ حبیبؐ اے صاحبِ نصیب
......تجھ کو کروڑ بار مبارک ترے نصیب......

بخشے گئے حضور! تھے میرے بھی جرم کیا
لائے ہیں آپ میرے لئے مژدۂ شفا
اے میرے جسم و روح کے امراض کے طبیب
اے زائرِ حبیب اے صاحبِ نصیب
......تجھ کو کروڑ بار مبارک ترے نصیب......

آقا! میری بھی ہو گئی کیا التجا قبول
ہو گا مجھے بھی شرفِ حضوری کا کیا حصول
پہنچے گا ان کے در پہ کبھی مجھ سا بھی غریب
اے زائرِ حبیبؐ اے صاحبِ نصیب
......تجھ کو کروڑ بار مبارک ترے نصیب......

ہو گی نصیب باغِ مدینہ کی کب بہار
واصفؔ رہے گا کب تلک بے چین و بے قرار
تڑپے گا یوں ہی ہجر میں کب تک یہ عندلیب
اے زائرِ حبیب! اے صاحبِ نصیب!
......تجھ کو کروڑ بار مبارک ترے نصیب......

☆☆☆

مکان شریف

تسکین جانِ ذوق نظارا مکاں شریف
صد خلد در آغوش ہمارا مکاں شریف

ہر ذرّہ دل آویز ہے اس خاکِ پاک کا
دلکش ہیں بام و در، دلِ آرا مکاں شریف

نومیدیوں کی رات میں امید کی کرن
میری ہر اِک سحر کا ستارا مکاں شریف

ہر لادوا مریض کے امراض کی شفا
بیچارگانِ عشق کا چارا مکاں شریف

مجھ کو سفینہ سیلِ حوادث میں ہے مدام
مجھ کو ہے ہر بھنور میں کنارا مکاں شریف

گہرائیوں میں دل کی ہماری اتر کے دیکھ
ہمدم ہے کتنا ہم کو پیارا مکاں شریف

دیدار گاہِ طور مبارک کلیم را
دیدار گاہِ شیخ ما مارا مکاں شریف

قلب و نظر کے نور کا ہے مرکزِ قدیم
تعلیم معرفت کا گہوارہ مکاں شریف

ہر ایک کی مدد کو ہیں پہنچے ترے "امامؒ"
جب بھی کسی نے تجھ کو پکارا مکاں شریف

قادر کی ذوالجلال کی قدرت سے کیا بعید
کر دے ہمیں عطا وہ دوبارہ مکاں شریف

اے پیشوائے صادق و اے ہادیٔ و امام
واصفؔ کو بھی دکھا دو خدارا مکاں شریف

گلدستۂ تبریک

بر ولادت شہزادۂ چمن جی سرکار محبوب المشائخ صاحبزادہ پیر سید محمد حسنین علی شاہ بخاری مدظلہٗ

دعا پہ مری التجا پہ کرم کر
الٰہی مری ہر خطا پہ کرم کر
درِ مصطفیٰ کے گدا پہ کرم کر
ہوں میں نا سزا، ناسزا پہ کرم کر
گنہگار ہوں میں گناہ بخش مجھ کو
پناہ بخش یارب! پناہ بخش مجھ کو

ادب مجھ کو سر تا بہ پا بھی عطا کر
مجھے عجز کی انتہا بھی عطا کر
مجھے صبر، حلم و حیا بھی عطا کر
تو رحمت بھی اپنی رضا بھی عطا کر
دکھا اپنی قدرت کے اعجاز مجھ کو
سکھا آج انداز پرواز مجھ کو

فرشتوں سے پاکیزہ قلب و نظر کر لوں
میں جی بھر کے آج ان کا نظارہ کرلوں
میں مر مر کے جی لوں، میں جی جی کہ مرلوں
مرادوں کے پھولوں سے دامن کو بھر لوں
چنوں پھول ان کے کرم کے چمن سے

میں تحفہ عطاؤں کا لوں پنجتن سے

صحابہ کے گلزار کے پھول چن لوں
میں صدیق کے پیار کے پھول چن لوں
محبت کے ابرار کے پھول چن لوں
شہیدوں کے ایثار کے پھول چن لوں
گلِ صدقِ فاروق و عثماں غنی سے
ولایت کے لوں پھول مولا علی سے

چنوں پھول پھر اولیاء کے چمن سے
شہِ نقشبند کی عطا کے چمن سے
مجددِ دینِ ہدیٰ کے چمن سے
شہنشاہِ سندھ کی ولا کے چمن سے
گلستانِ شاہِ حسینِ ولی کے
امام المشائخ کے صادق علی کے

شہِ کوٹلہ کے ریاضِ نہاں سے
شرقپور کی سرکار کے گلستاں سے
شہِ کرمانوالہ کے بھی بوستاں سے
چنوں پھول اِک اِک میں باغِ جناں سے
قرینے سے ہرایک گل کو سجالوں
انوکھا سا گلدستہ یوں اک بنالوں

مِری پیشکش ہو جہاں سے نرالی
محبت کا گلدستہ، پھولوں کی ڈالی
کروں پیش شاہ جی کے دربارِ عالی
میں ان کا گدا گر، میں ان کا سوالی
کرے عرض یوں یہ گداگر مبارک
ہے جنت سے لایا ثنا گر مبارک

شہا! تجھ کو نورِ نظر ہو مبارک
ولادتِ حسنین پر ہو مبارک
تجھے چاند کا یہ قمر ہو مبارک
ترے کو بکو، گھر بہ گھر ہو مبارک
مبارک تیرے نور نورالحسن کو
ترے خانداں کے گلوں کو چمن کو

مبارک تیرے بیٹے باقرؔ علی کو
فراستؔ کو جعفرؔ کو عظمتؔ علی کو
ترے فیضؔ و عارفؔ کو عصمتؔ سبھی کو
ترے پیارے رضواں کو آصفؔ علی کو
ترے ننھے صنعانؔ انبساطِؔ جاں کو
مبارک تیرے سارے شہزادگاں کو

مبارک تیرے گھر کے ہر خیر جو کو
ہر اک تیری بیٹی کو ہر اک بہو کو
مبارک بشارتؔ کو گل خوبرو کو
ترے پیارے صمصامؔ فرخندہ خو کو
ترے میر طیبؔ کو عثمانؔ علی کو
ترے چاند کے نانا جاں پیر جی کو

مبارک ہو ہر خادمِ در نشیں کو
مبارک طریقت کے ہر خوشہ چیں کو
مبارک ہو اس آستانۂ دیں کو
مبارک ہو اس خاکِ مرد آفریں کو
مبارک ہو سب سالکانِ وطن کو
مبارک ہرے گلستانِ وطن کو

الٰہی! حقیقت میں ڈھال آرزو کو
بنا میرے حسنینِ مہتاب رو کو
لگا چار چاند اس کے حسنِ نمو کو
حسد کی جلا آگ میں ہر عدو کو
دعا سے مری کر ہم آہنگ رضا کو
نواز اپنی رحمت سے واصفؔ گدا کو

☆☆☆

ہم سے پوچھئے

انسان کا جہاں ہے گزر ہم سے پوچھئے
جلتے ہیں جبرائیل کے پر ہم سے پوچھئے

حدِ نگاہِ اہلِ نظر ہم سے پوچھئے
ان کو ہے دو جہاں کی خبر ہم سے پوچھئے

سینچا ہے کس نے گلشنِ آزادیٔ وطن
کس نے دیا ہے خونِ جگر ہم سے پوچھئے

تعبیر قصرِ حریت ہے کس کا معجزہ
ملتِ کے نوجواں کا ہنر ہم سے پوچھئے

ہر گام پر چٹان تھی ہر موڑ پر پہاڑ
کتنی کٹھن تھی راہ گزر ہم سے پوچھئے

خونِ شفق میں ڈوب کر چکا ہے ماہتاب
تاروں میں ہے لہو کا اثر ہم سے پوچھئے

دھویا ہے ہم نے شب کی سیاہی کو خون سے
کچھ قیمتِ طلوع سحر ہم سے پوچھئے

کرتا ہے زندگی کو شہادت سے لازوال
مومن کو موت کا نہیں ڈر ہم سے پوچھئے

ہم جانتے ہیں زندگی جاوداں سے کیا؟
کتنی ہے عمرِ شمعِ سحر ہم سے پوچھئے

ہے زخم دِل کے درد کی لذت بھی چیز کیا
کیا شے ہے لطفِ سوزِ جگر ہم سے پوچھئے

کیا کیا گریں نہ شاخِ نشیمن پہ بجلیاں
اپنا بھی کس بلا کا تھا گھر ہم سے پوچھئے

ہر داغِ جرم و اشک ندامت کا ہے امیں
کچھ قدر ظرفِ دامنِ تر ہم سے پوچھئے

کھنچتے ہیں دار پہ بے جرم اہل عشق
کٹتے ہیں بے گناہ سر ہم سے پوچھئے

ہے مادیت کے روپ میں الحاد جلوہ گر
اس خیر میں ہیں سینکڑوں شر ہم سے پوچھئے

واصفؔ نئی تہذیب و ترقی کے دور میں
کیوں ہے زوالِ روحِ بشر ہم سے پوچھئے

☆☆☆

بابِ دوم

سخن ہائے محبت، در واصفِ شانِ رسالت

مولانا محمد رفیق کیلانی

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على رسوله الكريم والعاقبة للمتقين امابعد قال الله تبارك وتعالى فى القرآن المجيد:
"والشعراء يتبعهم الغاون الم ترانهم فى كل واديهيمون وانهم يقولون مالايفعلون الاالذين آمنوا وعملوا الصلحت وذكروا الله كثيرا" (الشعراء: ۲۲۵۔۲۲۷)

ترجمہ: اور جو شعراء ہیں انکی اتباع گمراہ ہی کرتے ہیں، کیا آپ نے نہ دیکھا کہ شعراء ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں اور یہ وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں، سوائے ان شعراء کے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور کفار سے (ان کی ہجو کا) بدلہ لیا۔

سورہ شعراء کی ان آیات مبارکہ میں دو قسم کے شعراء کا ذکر فرمایا گیا ہے، ایک قابل مذمت شعراء ہیں کہ جو خود بھی گمراہ ہیں اور انکی اتباع کرنے والے بھی گمراہ ہیں انکی شاعری کا موضوع جھوٹ، کذب، ہر لغو و باطل سخن آرائی اور اسلام و بانیٔ اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی ہے اور وہ بے عمل ہوتے ہیں جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ اور دوسرے اسلام کیلئے باعثِ فخر شعراء ہیں جو صاحب ایمان، اعمال صالحہ کی دولت سے مالا مال، ذکر الٰہی کی کثرت کرنے والے اور کفار سے ان کی بدگوئیوں کا اشعار ہی میں بدلہ لینے والے ہیں۔ اسلام اور بانیٔ اسلام و صحابہ کے متعلق کفار کی ہذیان و بیہودگی و ہجو پر مبنی شاعری کا اپنی عشق و محبت رسالت سے بھرپور ایمان افروز شاعری سے ان کا رد کر کے، ان کی گفتگو کو بے اثر بنا کر اور محبوبِ مدنی کی ازلی وابدی عظمت کے نقشِ لاریب اشعار میں اجاگر کر کے عنداللہ و عندالرسول اجرِ عظیم کے مستحق ہوتے ہیں، مختصر ترین الفاظ میں قابل مدح شعراء وہ ہیں جو واصفِ شانِ رسالت ہیں۔ بخاری و مسلم میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جیسے عظیم نعت خوان کے بارے میں ہے کہ" ان کیلئے منبر بچھایا جاتا تھا وہ اس پر کھڑے ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مفاخر و مناقب پڑھتے تھے اور کفار کی بدگوئیوں کا جواب دیتے تھے اور حضور سید عالم

صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں دعا فرماتے جاتے تھے۔" کیا منظر تھا کہ جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ رسالت سے یہ عزت افزائی ہوئی اور قیامت تک کے اہل ایمان کیلئے نمونہ بن گئی، یوں کہنا چاہیے کہ شاعری کے معیار اور اسلامی معیاری شاعر کے مقام کا تعین کر دیا گیا اور جب ہم بغور حدیث مبارک کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہمارے سچے نبی نے سچ ہی فرمایا: "ان من الشعر لحکمة" ترجمہ: بے شک بعض شعر حکمت سے بھر پور ہوتے ہیں۔ (بخاری شریف)

الحمد للہ! درج بالا گفتگو میں قرآن وحدیث سے قابلِ مدح اور فخرِ اسلام شعراء کے جو ایمان افروز اوصافِ حمیدہ بیان ہوئے اور ان کی ثریا سے بلند شاعری کا ذکر جن گوہرِ آبدار و پر انوار الفاظ میں قرآن نے بیان کر کے جو مقامِ عظیم ان کیلئے متعین کر دیا ہے۔ وہ بفضلہٖ تعالیٰ ہر دور کے باایمان، باعمل اور سراپا ذکر الٰہی زندگی کے حامل شعراء کی طرح آج کے قحط الرجال دور میں نقشبندی طریقت کا جام پینے والے شانِ رسالت جناب حضرت غلام حسین واصف کنجاہی ثم کیلانی کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ زیر نظر مضمون میں اس عظیم واصفِ شان رسالت کی زندگی مبارک کے اہل علم سے مخفی چند گوشوں پر روشنی ڈالنی مقصود ہے۔

حالات زندگی:

ولادت 1913ء کو موضع جلیانی میں ہوئی جو منگوال غربی کے شمال میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ قصبہ کنجاہ میں انہوں نے اپنی خالہ کے پاس رہ کر ساتویں تک تعلیم حاصل کی بلکہ فیملی سمیت کنجاہ میں ہی مقیم ہو گئے۔ کنجاہ کی مردم خیز سرزمین شریف کنجاہی جیسے شاعر و ادیب آپ کے ہم جولی اور مشاعروں میں آپ کے رفیق ہوتے، علم و ادب اور شاعری کے ماحول نے فطری جوہر کو مزید تابناک کر دیا۔ 1929ء تا 1933ء لاہور میں ایک انگریز کے پاس دکان پر ملازمت کی۔ اس سے انگریزی میں اچھا خاصا رسوخ حاصل ہو گیا، لاہور قیام کے دوران تحریک پاکستان کے سرگرم رکن اور مخالفین پاکستان کے سخت ترین مخالف رہے، لیگ کے جلسوں اور منشور سے عشق کی حد تک وابستہ رہے۔ خود آپ کی زبان مبارک سے راقم نے سنا کہ لاہور قیام کے دوران احسان دانش کے ساتھ اکٹھے مزدوری کی، ایک دفعہ ایک غزل سنائی لیکن اس میں ایک شعر کو وہ بار بار مجھ سے سنتے اور یوں لگتا جیسے اس شعر کے وہ حریص ہوں، شعر یہ تھا:

رحمت کا اقتضا تھا دو عالم کی وسعتیں
دامن میں بحدِ ظرف پھیلا کے رہ گیا

پھر روڈز انسپکٹر بھرتی ہو گئے۔ اس دوران قطب زماں، مراد اعلیٰ حضرت شیر ربانی، حضور پیر کیلانی حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری کی بیعت ہو گئے، یہ سلسلہ نقشبندیہ ہے تربیت مرشد نے باطن کی صفائی اور جرأت سے آشنائی پیدا کر دی، شادی ہوئی اللہ نے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا عطا

فرمایا۔ دوران ملازمت کرپٹ افسران کے سامنے ڈٹ گئے، ان پر پرچہ درج کرادیا، ملازمت سے استعفیٰ دے کر مستقل دربار شریف آگئے اور پھر تادم آخر اس مرید صادق نے کامل تیس سال کی زندگی شیخ کے قدموں میں گذاردی حتی کہ مقبول مرید نے اپنے محبوب شیخ کے قدمین میں 18 اگست 1981ء کو وصال فرمایا اور قدمین شریفین میں ہی مدفون ہوئے۔

آستانہ شیخ پر درویش کامل کے روپ میں:

شیخ کامل کے درِ اقدس پر باادب رہ کر تسلیم ورضا سے لبریز زندگی گزارنا صرف صاحبِ نصیب لوگوں کا حصہ ہوتا ہے۔ واصف صاحب جب دربار شریف آئے تو شعر کہتے تھے لیکن اب فیضِ نقشبندیت کا مظہر بن گئے ہمہ تن سوز و گداز، مرشدِ کامل کی بارگاہ میں سراپا نیاز، پانچ وقت کی فرض نمازوں کے ساتھ نوافل اشراق پھر تلاوتِ قرآن مجید روزانہ باترجمہ وتفسیر پوری زندگی مداومت اور تہجد و درود شریف کے ساتھ دو دو گھنٹے لازمی دونوں دربار شریفوں پر دوزانو مراقب رہنا اور بیلیوں مہمانوں کیلئے ہمہ تن خدمتِ لنگر شریف کی ڈیوٹی ادا کرنا، مسجد میں سراپا باادب اور ہمیشہ خاموش اور زبان و دل ذکرالٰہی سے معمور۔ بس یہ ان کی حضرت کیلیانوالہ شریف کی زندگی کا وہ نقشہ ہے جس میں آپ کی اندورنی کیفیات جب بھی الفاظ کے قالب میں ظاہر ہوئیں تو شعر ادا ہو گئے۔ خود فرماتے کہ شعر میری مرضی سے نہیں بلکہ دربار شریف کے فیضِ کرم اور سلسلہ عالیہ والے سائیوں کی نگاہِ کرم سے ادا ہوتے ہیں۔ مفتی محمد حسین صدیقی کی شادی پر اور لاہور میں آپ کے دیرینہ دوست جناب شیخ محمد بشیر انارکلی والے کے بیٹے کی شادی پر چاہتے ہوئے بھی زبردست کوشش کے باوجود سہرا کیلئے کوئی شعر نہ لکھ پائے، آپ کی شاعری سراپا آمد تھی، آورد کا گزر تک نہ تھا۔

واصف ایاز جعفری:

یہ 1957ء سے لے کر 1960ء تک کا وہ دور ہے جب آپ اشعار میں تخلص واصف ایاز جعفر لکھا کرتے، وجہ تسمیہ یہ تھی کہ اس دوران آپ کے شیخ کامل کے چھوٹے صاجبزادے حضرت سید جعفر علی شاہ صاحب لاہور اسلامیہ کالج پڑھتے تھے اور واصف صاحب کی بطور خادم ان کے ساتھ ڈیوٹی تھی، رہائش لاہور میں ایک انتہائی مخلص خادم جناب شیخ بشیر احمد صاحب انارکلی والے کے گھر واقع نزد چڑا منڈی کے پاس تھی، اس قیام کے دوران آپ نے پیدل چل کر لاہور کے تمام بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری دی، فرمایا کرتے بالخصوص روزانہ حاضری حضرت داتا صاحب، حضرت شاہ محمد غوث اور حضرت ایشاں کے مزارات پر ضرور ہوتی۔ اس دوران مودودی کی بغل بچہ تنظیم اسلامی جمیعت طلباء کے پروردہ منکرین تصوف کالجیٹ طلباء کی تقاریر کے جواب میں بڑے جارحانہ جوابی اشعار بھی تصوف اور بزرگانِ دین کے فیض کے اثبات میں لکھے، انشراح الصدور میں ''فقر و جہاد'' کے عنوان سے گیارہ اشعار پر مشتمل غزل اسی دور یادگار ہے۔

مخالفین تحریک پاکستان کا رد:

جناب واصف صاحب الرائے شخصیت تھے اور اپنے مؤقف پر بڑے جذباتی تھے چونکہ مودودی، عطاء اللہ شاہ بخاری، احرار پارٹی، خاکسار تحریک اور خان عبدالغفار خان اور اس کا پورا گھرانہ نیز مفتی محمود دیوبندی سب پاکستان کے مخالف تھے، لہٰذا فطری طور واصف صاحب ان لوگوں کے شدید مخالف تھے، مساوات میں 1979ء میں شوکت صدیقی نامی صحافی نے قسط وار رد مودودیت پر لکھا تو واصف صاحب فرماتے کہ ان مخالفین پاکستان کے متعلق اخبارات کے تراشے اس قدر میں نے جمع کیے تھے اور اس ذوق سے مطالعہ کرتا کہ میرے سرہانے کے نیچے انبار لگا ہوتا۔ افسوس اس موضوع پر آپ کا کلام کافی ہے لیکن نگاہوں سے اوجھل ہے، احباب کو ضرور توجہ دینی چاہیے۔

کچھ علماء کے بارے آپ کے تاثرات:

صاحب کمال لوگوں پر کسی اور صاحب کمال کے اثبات واقرار کے جملے ہمیشہ حوالہ کی حیثیت رکھتے ہیں، واصف صاحب کے چند جملے جو کچھ علماء کیلئے کبھی ادا ہوتے پیش خدمت ہیں: حضرت مولانا سردار احمد صاحب فیصل آبادی کے علم وفضل کے آپ بہت معترف تھے اور فرماتے کہ آپ بڑے متقی تھے درس کے پیسے کو ہاتھ تک نہ لگاتے انتہائی محتاط تھے۔ حضرت علامہ غزالی زماں سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی کے بارے میں فرماتے: کہ آپ بڑی بے داغ شخصیت ہیں، مولانا عبدالغفور ہزاروی، مولانا غلام محمد ترنم لاہوری اور مولانا محمد عمر اچھروی آپ کے پسندیدہ خطباء تھے اور فرماتے کہ انہوں نے مسلک اہلسنت کی بڑی خدمت کی ہے جب 1977ء میں مولانا شاہ احمد نورانی نے مفتی محمود دیوبندی اور جماعت مودودی کی قیادت میں پاکستان قومی اتحاد میں شمولیت کی تو فرماتے: کہ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دیوبندیت اور وہابیت کی بیخ کنی کیلئے تمام مساعی جمیلہ پر نورانی صاحب نے پانی پھیر دیا ہے اور اہلسنت کا تشخص ختم کر کے رکھ دیا ہے، بھٹو نے جب مرزائیوں کو کافر قرار دیا تو اس کی تحسین فرماتے۔

شب وروز محرمانہ:

جناب قبلہ واصف صاحب نسبت، عاشق صادق، شیخ کامل کی اولاد سے لازوال مودت کے رشتہ سے منسلک اور یارانِ طریقت کیلئے ہمہ وقت اصلاح کرنے والے تھے، آپ اپنے شیخ کامل کے فیوض وبرکات کی عملی تصویر تھے، دربار شریف پر حضرت سید منیر حسین شاہ صاحب جوکالوی، حضرت مولانا غلام رسول ہزاروی، بابا جی علی محمد فیصل آبادی، مولانا محمد حیات ساقی جیسے کامل درویشوں سے ہمہ وقت نشست وبرخاست میں بھی واصف صاحب اپنی خدمات کے حوالے سے منفرد تھے، کیونکہ آپ ان سب کے لئے لنگر شریف کی اضافی ڈیوٹی سرانجام دیتے تھے۔ شیخ کامل حضور غوث زماں حضرت سید محمد باقر علی شاہ صاحب بخاری قدس سرہٗ اور آپ کے لختِ جگر حضور چن جی سرکار سے آپ

کا انس و محبت کا تعلق الفاظ اور بیان سے باہر ہے آپ سراپا شیخ کے آستانہ کے محرم راز تھے، تمام صاحبزادگان کی شادیوں پر تخیل سے بھرپور سہرے اور آستانہ عالیہ کی شخصیات کے وصال پر پُر درد نظمیں آپ کی اس وابستگی کا مظہر ہیں۔

قحط الرجال میں واصف صاحب کی تابناک شخصیت:

آج قحط الرجال کا دور ہے فن میں کمال، ضمیر میں کمال رسوخ کا محتاج ہے، واصف صاحب نے اپنے کلام میں جو کمال پیدا کیا ہے اس ناچیز کے نزدیک وہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت بابا فرید گنج شکر، حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے پیرومرشد حضرت عبداللہ ہارونی، حضور غوث پاک کے پڑپوتے حضرت سید علی احمد صابر کلیر شریف والے اور حضرت مولانا غنیمت کنجاہی جیسے بزرگوں کے اتباع میں اور ان کے رنگ میں ڈوب کر جس کمال فن کا اظہار کیا ہے اور کمال آمد سے ان کی زمین میں اشعار کہے ہیں، واصف صاحب کے کلام جہانِ درویش میں سب موجود ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ اس گئے گذرے دور میں یہ واصف صاحب کا ہی حصہ ہے مزید یہ کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ نور لکھا ہے کوئی شک نہیں کہ قدرت کلام میں وہ ایک انوکھا شہکار ہے لیکن انشراح الصدور کے آخر میں واصف صاحب کا لکھا ہوا ترانۂ نور یقیناً اس زمین میں لکھا گیا ایک منفرد شہکار اضافہ ہے جس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

وسعتیں دونوں جہاں کی بھی ہیں تنگ اس کیلئے
اللہ اللہ! کیا ہے بحرِ بے کرانہ نور کا
نور کا دریا ہے دیں، منبع ہے ذات مصطفیٰ
بندۂ مومن کا دل کیا ہے؟ دہانہ نور کا
دولتِ نور نبی کا یہ بھی کیا اعجاز ہے
جس قدر بٹتا ہے بڑھتا ہے خزانہ نور کا
سرزمین کیلیانوالہ ہے وادی نور کی
ہے زیارت گاہِ عالم آستانہ نور کا
نور ہے اولاد تیری نور جد پاک بھی
اے حسن کے نور تیرا کل گھرانہ نور کا

غیر مطبوعہ کلام واصف:

واصف صاحب کا یکجا مطبوعہ کلام صرف جہانِ درویش کی صورت میں موجود تھا جو زیرِ نظر مجلّہ نورِ نعت میں صاحبانِ نقد و نظر نے موضوعِ سخن بنایا ہے لیکن کمال کا وہ کلام بھی ہے جس پر ناقدین نے ایک حرف تک نہیں لکھا کیونکہ وہ نظروں سے اوجھل رہا اس کی نشاندہی ضروری ہے، آپ کا کچھ کلام

انشراح الصدور میں شائع ہوا، کتابچوں کی صورت میں سید محمد جعفر علی شاہ صاحب، قبلہ چن جی سرکار مدظلہ اور سید عصمت علی بخاری صاحب کی شادیوں پر اردو، فارسی اور پنجابی ہر تین زبانوں میں مفصل سہرے شائع ہوئے جواب ناپید ہیں، دربار شریف آمد سے پہلے کا کلام بھی نظروں سے اوجھل ہے، آپ کا سلام بحضور خلفاء راشدین و جمیع صحابہ اکسٹھ بندوں پر مشتمل غیر مطبوعہ لیکن محفوظ تھا جو دربار شریف سے شائع ہونے والی کتاب مسلک اہلبیت اطہار میں شامل کردیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی اولاد یا دیرینہ دوست جناب محمد اشرف چوہان گجراتی کے ورثاء سے رابطہ کرنے پر شاید مزید کلام دستیاب ہوجائے۔ مستقبل میں آپ پر تفصیل سے لکھنے والوں کے لئے یہ نشان دہی ضروری تصور کرتے ہوئے ذکر کردی گئی ہے۔

نورِ نعت کے قلم کار حضرات کیلئے اظہار تشکر:

چونکہ واصف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی 1970ء سے لے کر وصال شریف تک راقم کو صحبت میسر رہی، آپ کی خدمت میں حاضر رہا میرے پاس اس وقت اردو کا جو سرمایہ ہے وہ محض واصف صاحب کی صحبت کا ادنیٰ سا فیض ہے، آپ راقم پر انتہائی شفیق اور مہربان تھے لہٰذا آپ کی ذات بابرکات اور آپ کی شاعری پر جن احباب نے قلم اٹھایا ہے بلکہ جواں سال، جواں فکر جناب عبدالغفار نوری اور محمد قاسم کیلانی دونوں نورِ نعت کا نقطہ آغاز ثابت ہوئے ہیں ان سمیت تمام لکھاری احباب میرے لئے انتہائی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے حقیقت میں وہ فرض ادا کیا ہے جو در حقیقت مجھ پر قرض تھا لیکن میں شعر کی دنیا کو کماحقہ نہ سمجھنے کی بنا پر ادا کرنے سے مکمل قاصر رہا اور اگر کچھ لکھتا بھی تو اس فیلڈ میں لکھنے والوں کی مقبوضہ سرزمین پر قدم رکھنے کی ایک ناتمام مشق ہی ہوتی، بہرحال نورِ نعت کیلئے لکھنے والے تمام قلم کار حضرات کیلئے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا ہے کہ اللہ کریم ان سب کو علم، عمل اور اخلاص کی برکتوں کے ساتھ ساتھ قبلہ واصف صاحب کی طرح طریقت نقشبندیہ کا فیض بھی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

☆☆☆

حضرت واصف کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ

کی شاعری کا فکری، فنی، ہیئتی اور عروضی مطالعہ

محمد قاسم کیلانی
مدیر: نورِ نعت

شعر اظہار کا ایک قرینہ ہے، یہ شاعر کے داخلی اور خارجی رویوں کے امتزاج سے اپنا وجود بناتا ہے، شاعری کا وجود شاعر کے دم اور تخیل سے ہے ورنہ یہ لفظوں کا ایک انبار ہے۔ شاعر ہی وہ ذات ہے جس کا شعور خیال کو لفظ عطا کرتا ہے اور وہ لفظ اس کے قلم سے نکلنے کے بعد حیات جاودانی سے مستنیر ہو کر دھڑکنے لگتا ہے۔ شاعری الفاظ وتراکیب کی مرصع سازی اور ذریعہ ابلاغ ہونے کے ساتھ ساتھ بے زبان کیفیات اور نا قابل بیان جذبات کی تجسیم و پیشکش کا نام ہے جو شاعر کے باطن میں برسوں پرورش پاتے رہے ہیں۔ شاعر اگر صاحب بصیرت وفراست ہو، کسی صاحب نظر کا پروردۂ فیضان ہو، اس کے طاقِ دل میں عشق الٰہی کے دیپ جلے ہوں، من میں فکرِ مصطفیٰ کی جوت جگی ہو، روح میں عشق مصطفیٰ کا بیج بو لینے کے بعد اشک ہائے محبت سے آبیاری کی ہو تو تعجب نہیں کہ اس کے ذہن کے دریچوں سے خوشبو پھوٹے اور شاخ سخن پر تشکر وامتنان کی کونپلوں کے ساتھ مدحت وتوصیف کے پھول بھی کھل اُٹھیں اور نورِ باطن کا عکس لفظوں کے آئینے میں جگمگانے لگے۔ اس کے گلشن فکر ونظر پر بہاروں کی دائمی اور دوامی حکمرانی قائم ہو جائے اور وہ اپنے بخت رسا پر نازاں ہو۔

انسان کے خمیر میں جتنے جذبے رکھے گئے ہیں ان میں صرف عشق ہی ایسا جذبہ ہے جو پائیدار بھی ہے اور معتبر بھی، صوفیائے کرام کا بنیادی اور اساسی کام ہی عشق ہے۔ صوفی کا عشق اس کے مرشد کی ذات سے شروع ہوتا ہے وہ اپنے مرشد کے آئینے ہی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر اللہ کریم کی ذات کی جلوہ نمائی دیکھتا ہے، وہ عشق کی جس منزل سے بھی گزرتا ہے اس کے نقوش جریدۂ عالم پر ثبت کرتا چلا جاتا ہے۔ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف جو کہ عالم اسلام میں شریعت وطریقت کی ایک عظیم تربیت گاہ اور خواجگانِ نقشبندیہ کے فیوض وبرکات کا مرکز ایک عظیم روحانی آستانہ ہے، اس گدا نواز اور غریب پرور آستانہ عالیہ سے وابستہ عظیم نعت گو، منقبت نگار، بلبل بستانِ حجاز، مست بادۂ الست، واصفِ نور حضرت مولانا غلام حسین واصف کنجاہی ثم کیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اہل حال صوفی شعرا کے اسی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں، انہوں نے اپنے مرشد گرامی سراج

العارفین، سلطان العاشقین حضرت اعلیٰ سرکار کیلانی پیر سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں زندگی بسر کی اور اپنے شیخ کامل کے توسل سے دربارِ خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی بے تاب آرزوؤں اور مچلتی تمناؤں کا ہدیہ نیاز پیش کیا، یوں حریم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں باریابی کا اذن ان کے شعری سفر کی معراج ٹھہرا۔ حضرت واصف کنجاہیؒ کے فکر وفن اور فلسفہ شاعری پر شیخ کامل کا کرم پرفشاں رہا، انہیں نعت گوئی اور منقبت نگاری کے ساتھ ساتھ اپنے مرشد پاک اوران کی جملہ اولاد پاک کی مدح وتوصیف کا اعزازِ لازوال بھی حاصل رہا، جس نے ان کے وجدان میں عرفان کے دریچے کھولے اوران دریچوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ روشن کیے۔

''جہانِ درویش'' کا مطالعہ کرتے کرتے اگر تصور کو مہمیز کیا جائے تو حضرت واصف کنجاہی اپنے پیر ومرشد کے دربار اقدس کی سبز جالیوں کے پاس دوزانو بیٹھے نظر آتے ہیں، ان کے اکثر منقبتی کلاموں پر اسی خود سپردگی اور وارفتگی کا رنگ غالب ہے، ان کا یہ قول مبارک انہیں کیفیات کرم اور لمحات تشکر کا غماز ہے کہ:''جب میں اپنے سائیوں کے روضۂ مبارک کے پاس بیٹھ جاتا ہوں تو اشعار بارش کی صورت میں برسنے لگتے ہیں۔''اس بارش کی رم جھم کی آواز قاری اپنے دل کے آنگن میں بھی محسوس کرتا ہے، داناؤں کا قول ہے کہ شخص کو شخصیت بننے میں زمانے لگ جاتے ہیں، اسی بات کی روشنی میں کسی شخصیت اوراس کے فن کو سمجھنے کیلئے اس کے زمانے کو بھی سامنے رکھا جانا چاہیے...... حضرت واصف کنجاہیؒ کی خوش نصیبی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ انہوں نے حضرت اعلیٰ سرکار کیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ پایا، آپ کی خدمت میں زندگی کا ایک وقیع حصہ گزارا، آپؒ سے بلاواسطہ اکتساب فیض کیا۔ آپؒ کے معمولات شبانہ روز کو دیکھا، ان تمام سعادتوں کے ہمراہ علم وادب کے قدیم مرکز ''کنجاہ'' کی مٹی کی تاثیر نے آپ کے کلام میں وہ خواص اور اوصاف پیدا کردیے، جو آپ کے علمی وادبی مقام کو واضح کرتے ہیں، جہان درویش میں موجود آپ کے کلام کا فکری، فنی، ہیئتی اور عروضی جائزہ اجمالی طور پر پیش کیا جاتا ہے:

فکری جائزہ:

حمد ونعت نگاری:

شعری اصطلاح میں نظم کے اس ٹکڑے کو حمد کہتے ہیں جس میں ذات باری تعالیٰ کی تعریف و توصیف کی گئی ہو اور یہ اصطلاح اللہ کریم کی ذات کیلئے مخصوص ہے، حمد سنت محمدی ہے اور نعت سنت خداوندی ہے، حمد مخلوق کا فعل ہے اور نعت مخلوق کے ساتھ ساتھ خالق حقیقی بھی کہتا ہے۔ آج کل حمد و نعت کے ابتدائیے کے بغیر شاید ہی کوئی شعری مجموعہ شائع ہوتا ہو، اللہ وحدہٗ لاشریک کی حمد وثنا اور شکر گزاری تو ہر انسان پر واجب ہے اور سخنوروں پر اس کی بجا آوری بدرجۂ اولیٰ واجب ومقدم ہے۔

جس خدائے لم یزل نے انسان کو ہر طرح کی نعمتیں، قوت گفتار اور طاقت اظہار بخشی، شعرا کو رزق سخن سے نوازا، اس کی ہر ہر دین کا شکر ادا کرنا حمد کا ایک جزو لاینفک ہے۔ واصف کنجاہی کا حمدیہ کلام بارگاہ الٰہی میں استغاثہ کا رنگ لئے ہوئے ہے:

کرم مجھ پر خدائے بحر و بر ہو
مرا نخلِ تمنا بار ور ہو
سما جاؤ مری آنکھوں میں ایسے
میں یوں جانوں کہ تم میری نظر ہو

استغاثہ کا یہ عنصر ان کی نعتوں کے آغاز میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے وہ توصیف وثنائے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اپنے رب کریم سے نعت کہنے کا سلیقہ اور قرینہ مانگتے نظر آتے ہیں۔

یا رب مجھے نواز یوں افکارِ خیر سے
روشن دل و دماغ کر انوارِ خیر سے

نعت:

نعت (ن، ع، ت) عربی زبان کا سہ حرفی لفظ ہے جس کے لغوی معنی تعریف وتوصیف بیان کرنے کے ہیں۔ نعت عربی کا اسم اور مونث ہے عرف عام میں منظوم کلام کے علاوہ نثر میں بھی مستعمل ہے۔ چنانچہ نعت کا اطلاق ایسے کلام پر کیا گیا ہے، جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف کی گئی ہو، اگر چہ صرف "نعت" کہہ دینے سے سارا مفہوم سامنے آجاتا ہے تاہم محققین نعت نے اپنے اپنے انداز میں نعت کی سو سے زائد تعریفیں بیان کی ہیں، جن سے نعت کا فکری وفنی تسلسل عیاں ہوتا ہے، زندہ ادب کی بھی یہی علامت ہے کہ وہ روز وشب فزوں تر رہتا ہے (چند ایک محققین کے اقتباسات نذرِ قارئین ہیں تا کہ ان پر نعت کے جملہ موضوعاتی، معروضی، جہتی، فکری، فنی اور اسلوبیاتی پہلو واضح ہو جائیں۔)

مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی ندوی نعت کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں: "نعت عربی زبان کا ایک مادہ ہے جس کے معنی ہیں اچھی اور قابل تعریف صفات کا کسی شخص میں پایا جانا اور ان صفات کا بیان کرنا۔"

ڈاکٹر عاصی کرنالی نے نعت کے لغوی معانی ومطالب کو فارسی اور اردو کی 13 مستند لغات کے ذریعے واضح کیا ہے، وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں: "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارک جن میں ہر اسم اپنی جامع معنویت کے سبب "یک لفظی نعت" کا مقام ومنصب رکھتا ہے۔"

ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کے نزدیک: "نعت کا لفظ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی اور صفات حمیدہ وطیبہ کے بیان کے لئے مخصوص ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصف نگاری کے ضمن

میں نعت کا لفظ سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے استعمال کیا۔"

پروفیسر انور جمال لکھتے ہیں: "نعت قصیدے ہی کی ایک صورت ہے، جدید شعرائے نعت نے اس صنف میں بیان کے نئے موضوعات اور اظہار کے اسالیب نو تلاش کئے ہیں، چناں چہ نعت میں ذات کا کرب، آشوبِ عصر اور حالات غم کے موضوعات بھی شامل ہوئے ہیں۔"

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادات کے بعد سب سے افضل اور ارفع کام مدحت ممدوح رب اللعالمین ہے، اس عمل خیر کے تخلیقی، تعمیری، اور تطہیری اثرات زندگی کے دامن کو مقصدیت و معنویت سے معمور کر دیتے ہیں۔"

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کے نزدیک: "نعت ایک صنف سخن ہے ایک وظیفۂ حیات ہے یہ وزن، ردیف اور قافیہ کا دروبست نہیں، عقیدتوں، محبتوں اور ارادتوں کا حرفی اظہار ہے، عقیدت متوازن نہ ہو، محبت دررسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں سے آشنا نہ ہو تو نعت کی توفیق نہیں ملتی، یہاں حرف حرف منتخب ہوتا ہے، ہر لفظ، ہر سطر اور ہر خیال نکہت بار ہے۔"

ڈاکٹر شہزاد احمد کے نزدیک: "سرکارِ دوعالم صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں کہا جانے والا لفظ "نعت" اپنے لغوی اور اصطلاحی معنوں میں اس قدر معروف و مشہور ہو گیا ہے کہ مزید کسی تشریح وتوضیح کی گنجائش نہیں۔"

راقم کے نزدیک: "شاعری جب سرحدِ شعور سے گزر کر دہلیز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جبیں سائی کرتی ہے تو نعت ہوتی ہے، یہ انعام خداوندی پاک ذہنوں اور پاک دلوں کو ملتا ہے اور ان خوش بخت انعام یافتگان کی روحوں کو ہمہ وقت سرشار کئے رکھتا ہے۔"

صنف نعت اپنی جامعیت، وسعت، ہمہ گیری اور کثیر الجہتی صفات کے باعث غم جاں سے غم جہاں تک کے تمام موضوعات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ آج کے دور میں نعت کا کینوس بہت وسیع ہو چکا ہے۔ آج کے انسان کے تمام ذاتی مصائب اور اجتماعی مسائل جدید اردو نعت کا موضوع بن رہے ہیں۔ یہ نعت کا اختصاصی پہلو بھی ہے کہ وہ عصری تقاضوں کو اپنے اندر جذب کرے۔ آج کی دکھی انسانیت اگر اپنے زخم طشتِ ہنر میں سجا کر درِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کرم کی ملتجی نہیں ہو گی تو کہاں جائے گی؟ ذہنی الجھنوں سے نبرد آزما آج کے انسان کی آخری پناہ گاہ گنبد خضریٰ کی چھاؤں ہی تو ہے درِ حضور کی روشنی نے ہر گدا کو اپنے ہالے میں لے رکھا ہے۔ یہ روشنی ایمان کی روشنی ہے، جو محبت رسول کی مظہر اور غلاموں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ حضرت واصف کنجاہیؒ کی شاعری میں مذکورہ بالا تمام موضوعات در آئے ہیں۔ حضرت واصف کنجاہیؒ بھی نعت کہتے ہوئے کوئے محبوب میں جبیں سائی کرتے ہیں۔ ان کے تخیل کے ساتھ ان کا قلم بھی بارگاہِ ناز میں حاضری پیش کرتا ہے، جلوہ گاہِ مصطفیٰ، شہر محبوب خدا، انوار الٰہی کا مہبط بھی ہے، نزول تجلیات کا مرکز بھی ہے اور ہر صاحب ایمان کی

طرح شاعر کی تمناؤں کا مرجع، عبادات کا حاصل اور اشکوں کی منزل بھی ہے۔

دنیائے تمنا میں میری جب یاد مدینہ آ جائے
آنکھوں میں اٹھ کر اشکوں کا انمول خزینہ آ جائے

شاعر نے دل میں کوچہ ہائے محبوب کی جاروب کشی اور دریوزہ گری کا اشتیاق جس ادائے دلنوازی سے پال رکھا ہے وہ انتہائے ادب بھی ہے اور منتہائے شوق بھی۔ ملاحظہ ہو:

اشکوں کی مشکوں سے دھوؤں ہر روز مدینے کی گلیاں
ہر سال اس عمر فانی میں اک ایسا مہینہ آ جائے
طیبہ کی خاک میں اشکوں کے موتی دفنانے دو مجھ کو
بے نقد عمل ہوں، محشر میں یہ کام دفینہ آجائے

مدینے کی گلیوں میں بن کے بھکاری
پھرے تیرا واصف اے شاہِ مدینہ

میں کیا ہوں میرا تیرے گداؤں میں کیا شمار
پھرتے ہیں بھیک مانگتے سلطاں تیری گلی

عشق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نعت گوئی کی اساس، جملہ عبادات کی روح اور عقائد کی جان ہے۔ کسی بھی تخلیق کیلئے سب سے بڑا محرک عشق ہے یہ انسان کا خود آگاہی سے لے کر خدا آگاہی تک کے تمام مراحل میں پیشوا بن کر سامنے آتا ہے۔ غلاموں پر اسرار شہنشاہی کے در وا کرتا ہے اور جوانوں کو پیروں کا استاد کرتا ہے، حضرت واصف کنجاہیؒ کا عشق درِ مرشد کریم سے لے کر درِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک سلوک و عرفان کے تمام راستوں پر چراغاں کئے ہوئے ہے۔ شاعر جانتا ہے کہ جو دولتِ عشق اسے بخشی گئی ہے یہ کوئی معمولی چیز نہیں۔ نہ ہی یہ آسانی سے میسر آتی ہے بلکہ انسان کی خوش نصیبی کی انتہا ہے کہ اسے عشق حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ذرہ بھی نصیب ہو جائے۔ شاعر اس دولت لازوال کو خود سے جدا نہیں کرنا چاہتا بلکہ زیر لحد بھی اسی چراغ کی روشنی کا متمنی ہے۔ کبھی وہ اس کی ارفع و اعلیٰ منازل تک پہنچنے کیلئے خدا کی رحمت کا سہارا لیتا ہے۔

عشق واصف ہے زندگی میری
عشق مجھ سے جُدا نہ ہوجائے

جاتا ہوں داغِ عشق محمد لئے ہوئے

روشن رہے چراغ یہ کنج مزار میں

بڑی اونچی منزل ہے عشق نبی کی
بنا دے خدا اپنی رحمت کو زینہ

خدائے کون ومکان خالق کائنات ہے لیکن اس نے مالک ومختار کائنات اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا، دارین کو تمام تر نعمتیں اور عزو توقیر کی دولتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دہلیز اقدس سے ملتی ہیں۔ اختیارات مصطفیٰ کا تذکرہ بھی صنف نعت کی ایک احسن اور وقیع روایت ہے، حضرت واصف نے کتنا خوبصورت مضمون کس قدر سلاست اور سہولت سے کہہ گئے ہیں، سنئے اور سر دھنیئے:

بخشی خدا نے کون سی قدرت نہیں تجھے
وہ کیا ہے جو نہیں ہے تیرے اختیار میں

نہ عطائے حق کی حد ہے نہ سخائے مصطفیٰ کی
مختار کل ہیں مولا دیں جس کو جتنا چاہیں

حضرت واصف کنجاہی کی نعتیہ شاعری بیشتر نادر مفاہیم اور قبول عام مضامین پر مشتمل ہے، امثلہ ملاحظہ ہوں:

رحمتِ مصطفیٰ:

بدل دے سکوں سے مری بے قراری
اتار اپنی رحمت کا مجھ پہ سکینہ

امام الانبیاء:

بشارت اسی کو تھی حق نے عطا کی
کرے گا امامت یہی انبیاء کی

عالمگیر رسالت ونبوت:

ارض وسما میں شے کوئی ایسی کہیں نہیں
سلطان دوسرا کے جو زیر نگیں نہیں

دستگیری واستمداد:

ہر بگڑا کام سنورتا ہے ہر مشکل حل ہو جاتی ہے
ہر ایک مصیبت میں جب بھی ہم ان کو پکارا کرتے ہیں

میلاد النبیؐ:

اچانک لگا ماند ہونے اندھیرا
ضیاؤں سے پر نور چمکا سویرا
جہاں میں یہ کیا انقلاب آ گیا ہے
نبوت کا یوں آفتاب آ گیا ہے

فلسفۂ فنافی الذات:

فلسفۂ فنافی الذات اردو شاعری کا ایک مرغوب موضوع ہے۔ اساتذہ متقدمین کے ہاں پورے اہتمام والتزام سے اس پر خامہ فرسائی فرمائی گئی، غالب کے ہاں اس انداز سے بیان ہوا ہے۔

عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

حضرت واصف کنجاہیؒ مرزا غالب سے کس قدر متاثر نظر آتے ہیں:

قطرے کی طرح قلزم وحدت میں ڈوب کر
تفسیر لاالہ کیے جا رہا ہوں میں

فلسفۂ غم:

اردو شاعری میں میر تقی میر کے ہاں غم ایک فلسفۂ حیات کے طور پر نظر آتا ہے، حضرت واصف غم کو اپنے انداز سے بیان کرتے ہیں ان کا فلسفہ یاسیت ورجائیت کی طرف مائل نہیں کرتا بلکہ زیست کے آلام ومصائب کا جواں مردی سے مقابلہ کرنے کی ہمت وجرأت پیدا کرتا نظر آتا ہے

جزو حیات ہیں غمِ دوراں کی تلخیاں
کیا جی سکے گا غم سے جو گھبرا کے رہ گیا

خمریات:

اک کیف برسنے لگتا ہے اک مستی سی چھا جاتی ہے
مازاغ نظر سے وہ اپنی جس سمت اشارہ کرتے ہیں

میرے ساقی کی محفل میں جب بھی کوئی تشنہ کام آ گیا
میکدے کی فضا آ گئی وجد میں جھوم کر ان کا گردش میں جام آ گیا

عشق کی منزل مراد:

ہے سایۂ دامانِ نبی منزل مراد

مقصود میرا مر کے بھی خلد بریں نہیں

شفاعت عاصیاں:

جو ان کی شفاعت کو اپنی بخشش کا سہارا کرتے ہیں
کب رحمتِ عالم ان کیلئے دوزخ کو گوارا کرتے ہیں

بارگاہِ مصطفیٰؐ کا ادب:

لازم ادب ہے شانِ رسالت پناہ میں
قدسی بھی دم بخود ہیں جس بارگاہ میں

سیرتِ مطہرہ رہبرِ حیات:

سیرت کو میری اسوۂ حسنہ میں ڈھال کر
کردارِ مصطفیٰ کو چلن کا اصول کر

آرزوئے نفاذِ اسلام:

ہر عمل دین کے سانچے میں ڈھلا ہو اپنا
زندگی ہو وقفِ اسلام خدا خیر کرے

بے ثباتیٔ دنیا:

ہے کاروبارِ زیست کا اک سانس پر مدار
اے بوالہوس تو اتنی امیدیں نہ طول کر

نظر آرہے ہیں اجل کے کنارے
کہاں آ گیا زندگی کا قرینہ

نذرانہ ہائے سلام ومناقب:

مناقب، منقبت کی جمع ہے جس کا مادہ نقب (ن، ق، ب) ہے، نقب کے معنی تلاش اور کرید کے ہیں، منقبت شاعری کی وہ صنف ہے جس میں کسی فرد کے کردار کی جانچ پرکھ کرنے کے بعد اس کے فضائل حمیدہ، اخلاق حسنہ اور مکارم عالیہ کا منظوم بیان ہو۔

پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتح پوری اس ضمن میں لکھتے ہیں: ''ادبیات اور اصطلاحات شاعری میں نعت کا لفظ اپنے مخصوص معانی رکھتا ہے یعنی اس سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح مراد لی جاتی ہے، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی دوسرے صحابی، امام یا بزرگ کی تعریف بیان کی جائے تو اسے منقبت کہیں گے۔''

مناقب کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

بہ نفس نفیس حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی منقبت سماعت فرمائی اور اس کو پسند فرمایا یوں اس کارِ خیر کو بھی اپنی سنت بنادیا، یہ منظومات چونکہ نفیس مضامین، عمدہ خیالات اور دلکش پیرایۂ اظہار پر مشتمل ہوتی ہیں اس لئے براہ راست تطہیر روحانی اور اخلاقی اقدار کے فروغ کا باعث بنتی ہیں لہٰذا کسی علمی یا روحانی شخصیت کی ذات وصفات سے متاثر ہو کر اس کو خراج تحسین پیش کرنا ایک طرح کا اعتراف عظمت ہے، حدیث قدسی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اس کی محبت کے چراغ لوگوں کے دلوں میں روشن کر دیتا ہے اور زبان خلق اس کی شانِ جودوسخا کے نغمے الاپتے ہوئے اس کے آستانِ فیض رساں کی طرف کشاں کشاں چلی آتی ہے۔ علامہ محمد شہزاد مخلص مجددی رقمطراز ہیں: اللہ والوں کے مناقب ومحاسن ہوں یا ان کے تذکار واذکار، بات ان کے فضائل وکمالات کی ہو یا سیرت وسوانح کی، دراصل یہ سبھی سلسلے فاذکرونی اذکرکم کی ایمان افروز اور خوش کن تفسیر کا درجہ رکھتے ہیں، جب اللہ کا مقرب بندہ ذکر حقیقی کے مدارج ومراحل کو بخوبی طے کرتے ہوئے "مذکور" کی بارگاہ تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو ایک مقام آتا ہے جب ذاکر مذکور ہو جاتا ہے اور اسے بارگاہ خداوندی سے پہلا انعام اسی مذکوریت کی صورت میں ملتا ہے۔

حدیث قدسی میں ہے: جب بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے بطریق خفی یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے کسی محفل میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر محفل (ملائکہ کی محفل) میں یاد کرتا ہوں مزید فرمایا کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوتا ہوں اور جو اس (ذاکر) کے پاس بیٹھ جائے وہ بھی محروم نہیں رہتا، یوں ذاکر کی ہم نشینی مذکور کی مجالست کا فائدہ دیتی ہے۔
بقول مولانا رومؒ:

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا
او نشیند در حضور اولیاء

منقبت نگاری کی روایت عربی، فارسی اور اردو ادب میں بہت قدیم ہے جس کا تسلسل اسلام کے مختلف ادوار سے گزرتا ہوا ہم تک پہنچا ہے، یہ سلسلہ اردو زبان کے آغاز ہی سے شروع ہو گیا تھا، جوں جوں اردو ادب ترقی کرتا گیا، زبان پھلتی پھولتی رہی، توں توں دیگر اصناف ادب کی طرح حمد ونعت اور منقبت نگاری کی اصناف میں بھی پختگی آتی گئی اور رسوخ بڑھتا گیا، ارباب شعر وسخن نے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگانِ دینؒ کی شان میں منقبت گوئی کا سلسلہ جاری رکھا، بعض اہل قلم نے محض تبرکاً اور رسماً منقبت لکھی، جبکہ بعض اہل حال شعرائے کرام اور اہل نسبت صوفیائے کرام نے حقیقی اور اصلی رنگ میں پورے رچاؤ کے ساتھ اپنے اکابر کو خراج عقیدت پیش کیا، طریقت کے جملہ سلاسل میں ہر شیخ نے اپنے اپنے شیخ طریقت اور مشائخ سلسلہ کی

مدح بیان کی ہے اکثر نعت گو شعراء کے ہاں بھی مناقب کے اشعار ملتے ہیں۔ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں: "کلام میں پیرو مرشد کا تذکرہ ایسے ہے جیسے کھانے میں نمک یا جسم میں روح۔"

"جہانِ درویش" میں حضرت واصف کنجاہیؒ نے امہات المومنینؓ، خلفائے راشدینؓ، اہل بیت اطہارؓ، شہدائے کربلا، مشائخ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور اپنے پیر خانہ کی مناقب نہایت عمدہ پیرایہ میں کہی ہیں جو ان کی اپنے پیرومرشد، ان کے آستانہ اور ان کی اولاد پاک کے ساتھ حد درجہ عشق وعقیدت کا اظہار یہ ہونے کے ساتھ عقائد اہل سنت کے حسن وتوازن کی عکاس بھی ہیں۔ اہل سنت اور اہل نسبت کے ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمینؓ کا ذکر پاک ہو، ازواج مطہرات کا یا اہل بیت اطہارؓ کا، خلفائے راشدینؓ کا تذکرہ ہو یا اصحاب عشرہ مبشرہؓ کا، السابقون الاولونؓ کی بات ہو یا مہاجرین وانصارؓ کی، تابعین کے تذکارِ جمیلہ ہوں یا غازیان وشہدا کے، سلاسل طریقت کا ذکر ہو یا آئمہ اہل بیت کا، اہل سنت کی جبینیں سبھی مقدس ہستیوں کی مقدس بارگاہوں میں عشق ومحبت سے خم ہو کر سلام عقیدت پیش کرتی ہیں۔ بحمد للہ! اہل سنت کا دامن کبھی بھی کسی بھی ہستی کے بغض وکینہ سے داغدار نہیں ہوا ہے، یہی ہمارے صوفیائے کرام اور اولیائے کاملین کی تعلیمات کا ثمر ہے۔

یہی درس حضرت واصف کنجاہی کی منقبت نگاری سے ملتا ہے، انہوں نے برگزیدہ ہستیوں کی غلامی کی گواہی اپنے لفظ سے فراہم کی ہے، ان کی منقبت نگاری امت میں محبت کی فضا پیدا کرنے کی ایک بھرپور سعی ہے۔

نمونہ ہائے اشعارِ مناقب ملاحظہ ہوں:

بحضور ام المؤمنین جدۃ السادات حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا:

وہ مصطفیؐ کی مونس و ہمدرد و غمگسار
وہ طیبہ، وہ طاہرہ، وہ پیکرِ ایثار
کہتے تھے اہل عرب جسے ملکۂ تجار
جس نے نبی کی ذات پہ سب کچھ کیا نثار
حاصل رہا یہ زندگی بھر جس کو امتیاز
تنہا رہی وہ زوجیت سے ان کی سرفراز

بحضور ام المؤمنین صدیقۂ کائنات حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

وہ ام المؤمنیں عائشہ نبی کی راز داں بیوی
وہ علم واسوۂ نبوی کی بحرِ بے کراں بیوی

وہ صدیقہ خلوص وصدق کے شہکار کی بیٹی
وہ ایمان ویقیں کے قافلہ سالار کی بیٹی

در مدحِ خلیفۂ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

بقول مصطفیٰ حق سے یوں حقدارِ عطا ہونا
ہے ناممکن کسی انسان کا صدیق سا ہونا
وہ یار غار جس کی عظمتیں سب سے اکابر تھیں
وہ جس کی نیکیاں اک شب کی تاروں کے برابر تھیں
خداوندِ جہاں معبود تھا صدیق اکبرؓ کا
دوعالم میں نبی مقصود تھا صدیق اکبرؓ کا

در مدحِ خلیفۂ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ:

اہل اسلام کی توقیر فاروق اعظمؓ
عظمت دین کی تصویر فاروق اعظمؓ
یہ پھٹے کپڑوں میں درویش خدا کا واصف
ہے جہاں بان وجہاں گیر فاروق اعظمؓ

در مدح خلیفۂ سوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

سورج ہے یا ضمیر ہے عثمان غنیؓ کا
دل مطلعِ تنویر ہے عثمان غنیؓ کا
ہر ایک ادا نظیر ہے حب رسولؐ کی
کیا عشق بے نظیر ہے عثمان غنیؓ کا

در مدح خلیفۂ چہارم سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم:

ایمان کی دلیل محبت ہے علیؓ کی
ہر قلب مسلمان میں الفت ہے علیؓ کی
خلفائے ثلاثہ کا بغض نارِ جہنم
اور ہاویہ کی آگ عداوت ہے علیؓ کی

سلام امام عالی مقامؓ وشہیدانِ کربلا:

اہل ادب کے نزدیک "صنف سلام" نعت اور منقبت دونوں اصناف کے ذیل میں آتی ہے، جیسے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ کا مقبول زمانہ اور شہرۂ آفاق سلام جو مسلمانوں کے بچے بچے کی زبان پر ہے اور پاک وہند میں مساجد ومحافل میں پورے اہتمام واحترام کے ساتھ پڑھا

جاتا ہے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

اصطلاحاً وہ کلام "سلام" کہلاتا ہے جس میں حضرت امام عالی مقامؓ اور آپؓ کے رفقا کی جرأت و بہادری اور صبر واستقامت کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت واصف کنجاہیؒ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی زمین میں نواسۂ رسول حضرت امام حسینؓ اور آپ کے خاندان ورفقا کی بارگاہ میں نذرانۂ سلام پیش کیا ہے۔ سراج السالکین حضرت اعلیٰ سرکار کیلانیؒ اور مشائخ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف محرم الحرام میں حضرت واصفؒ کا لکھا ہوا سلام محبت وعقیدت سے سماعت فرماتے۔ سلام پڑھنے اور سننے سے پہلے تمام سامعین کو باوضو ہونے کا حکم ارشاد فرماتے، آستانہ عالیہ پر یہ سلسلہ اب بھی جاری وساری ہے۔

زبان کی سلاست، لہجے کی غنائیت وموسیقیت، بیان کی فصاحت، اظہار کی بلاغت، خیال کی ندرت، اسلوب کی پاکیزگی اور دلکشی، بارگاہِ اہل بیت اطہارؓ میں لب کشائی کا سلیقہ اور عجز وانکسار میں اخلاص کے عناصر مل کر اس سلام کو وہ اثر آفرینی عطا کرتے ہیں کہ روحانی اور ادبی دنیا میں اس کا مقام دیکھ کر دل گواہی دیتا ہے کہ

ع...... عشق بن یہ ادب نہیں آتا

اپنے دل کی بات کہوں، واصف کنجاہیؒ اس سلام کے علاوہ کوئی اور کلام اگر نہ بھی لکھتے تو بھی یہ سلام تا قیامت ان کا نام زندہ وپائندہ رکھنے کیلئے کافی تھا انہوں نے اپنی عقیدتوں کو اشکوں میں پرو کر یہ نذرانہ رقم کیا ہے۔ جس کے ہر بند پر مودت مسحور ہو کر سر دھنتے ہوئے درِ امام حسینؓ پر جبیں سائی کرتی ہے، ہر شعر دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے اور کربلا کا خونی منظر چشم تصور میں گھوم جاتا ہے۔ دل کو آہوں اور سسکیوں سے اور روح کو درود سے فرصت نہیں ملتی۔ سلام میں حضرت واصف کنجاہیؒ نے سیدۂ پاک کی آغوش طہارت میں امام عالی مقام کی ولادت، آپ رضی اللہ عنہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے مثل محبت، آپ رضی اللہ عنہ کے والدین کی عظمت وسطوت اور طہارت ونجابت کو خراج تحسین پیش کیا ہے نیز میدان کربلا میں اہل بیت نبی کے افراد، خصوصاً باپردہ سیدزادیوں اور خاندان نبوت کی غریب الوطن شہزادیوں کا صبر واستقلال اور استقامت وسرفرازی، حضرت امام پاک کے رفقاء کی جانثاری اور شہادتیں، امام عالی مقام کے صاحبزادوں کی رگوں میں مصطفوی وحیدری خون کا جوش وجلال اور اُن پر ہونے والے یزیدی فوج کے مظالم کا...... سارا نقشہ کھینچ کے رکھ دیا ہے۔ سلام کے اکثر اشعار میں شاعری، شاعری نہیں لگتی بلکہ مصوری کی حدود میں داخل ہو جاتی ہے۔ یہ حضرت واصف کی شاعرانہ عظمت وکمال کی دلیل ہے۔

یہ سلام چھیالیس بندوں پر مشتمل ہے۔ انتخاب نذر قارئین ہے:

راکبِ دوشِ سرور پہ لاکھوں سلام
راحتِ جانِ حیدر پہ لاکھوں سلام

گھر میں مولود کعبہ کے پیدا ہوا — جس پہ اللہ کا محبوب شیدا ہوا
بطنِ بنتِ نبی سے ہویدا ہوا — اس حبیب پیغمبر پہ لاکھوں سلام

راکبِ دوشِ سرور پہ لاکھوں سلام
راحتِ جانِ حیدر پہ لاکھوں سلام

جس کا گہوارہ آغوش بنتِ نبی — جس کا والد ہے اسد اللہ مولا علی
جس کی اماں نبوت کے دل کی کلی — اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

راکبِ دوشِ سرور پہ لاکھوں سلام
راحتِ جانِ حیدر پہ لاکھوں سلام

زینب خستہ جاں بنت شیر خدا — جس نے ٹکڑے کیے جگر کے فدا
اسکے ایثار پر صبر پر مرحبا — اسکی اولادِ اطہر پہ لاکھوں سلام

راکبِ دوشِ سرور پہ لاکھوں سلام
راحتِ جانِ حیدر پہ لاکھوں سلام

قاسمِ نامور، ضیغم کربلا — جس کی ہیبت سے لرزاں تھے اہل جفا
سر پہ تاج شہادت عدو زیر پا — تاج فرق غضنفر پہ لاکھوں سلام

راکبِ دوشِ سرور پہ لاکھوں سلام
راحتِ جانِ حیدر پہ لاکھوں سلام

یہ مسافر یہ قیدی غریب الوطن — اہل بیت علیؓ وحسینؓ وحسنؓ
جن سے ہر ذرۂ خاک لعل یمن — ان کے ہر لعل وگوہر پہ لاکھوں سلام

راکبِ دوشِ سرور پہ لاکھوں سلام
راحتِ جانِ حیدر پہ لاکھوں سلام

جب تلک تیری باقی ہے عمر رواں — تجھ کو توفیق دے مالک دوجہاں
تو رہے بھیجتا واصفِ مدح خواں — آل شبیروشبر پہ لاکھوں سلام

نذرانہ بحضور پیرومرشد:

اس میں کوئی شک نہیں کہ واصف کنجاہیؒ فنا فی الشیخ بزرگ تھے، انہوں نے دم بہ دم اپنے لجپال

مرشد کریم اور مرشد خانہ کی مدح گوئی کی۔ جہانِ درویش کے صفحات ان کی عقیدتوں کے آئینہ دار ہیں۔ان کی خوشی اپنے سائیوں کی خوشی سے اور غم سائیوں کے غم سے وابستہ تھا،انہوں نے صاحبزادگان کے ایام ولادت پر ترانہ ہائے تہنیت پیش کئے،حضرت اعلیٰ سرکار کیلانیؒ اور حضور قبلہ عالم سید محمد باقر علی شاہ صاحبؒ کی خدمت میں مبارکبادی نظمیں پیش کیں۔قبلہ اباجی حضورؒ کے سفرِ مری اور حرمین شریفین میں حاضری کے موقع پر حضرت واصفؒ کا ہدیۂ عقیدت ان کے اپنے شیخ کامل سے عشق کا اظہار یہ ہے،انہوں نے اپنے سائیوں کے اعزہ واقارب (مشائخ آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف) کی مناقب بھی لکھیں۔حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاریؒ اور حضرت سید عثمان علی شاہ صاحب بخاریؒ کی علالت ووفات پر مرثیہ بھی رقم کیا۔قطعۂ تاریخ وصال بھی لکھا،قبلہ چن جی سرکار کی علالت پر بھی نظم لکھی اور آپ کی دستار بندی پر بھی مبارکبادی اشعار پیش کیے،مشائخ سلسلہ(آستانہ عالیہ شرقپور شریف اور آستانہ عالیہ مکان شریف) کے حضور بھی ہدیۂ عقیدت پیش کیا۔ ان کی فارسی اور پنجابی منظومات اور عارفانہ کلام ان کی تینوں زبانوں میں قادرالکلامی،زودنویسی اور پر گوئی کی روشن مثالیں ہیں۔نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

<u>برموقع دستار بندی قبلہ چن جی سرکار:</u>

مبارک ہوں یہ آثارِ فضیلت شاہِ عظمت کو
مبارک ہو یہ دستارِ فضیلت شاہِ عظمت کو

برموقع ولادت صاحبزادہ سید حسنین علی شاہ صاحب بخاری:

کرے عرض یوں یہ گدا گر مبارک
ہے جنت سے لایا ثنا گر مبارک
شہا تجھ کو نورِ نظر ہو مبارک
ولادتِ حسنین پر ہو مبارک

برموقع ولادت صاحبزادہ سید حسن جواد بخاری صاحب:

چہرے پہ نورِ نیرِ کونین کی ضیاء
نورِ علیؓ و زہراؓ و حسنینؓ کی ضیا
یارب سنوار واصفؔ مضطر کے حال کو
دے لازوال عظمتیں عصمت کے لال کو

برموقع چہلم محمد اسماعیل شاہ بخاریؒ کرمانوالہ شریف:

تُو مملکت فقر کا وہ تاجدار ہے
ہر دل میں تیرا عشق تو سینوں میں پیار ہے

آتے ہیں یاد پیار کے پیاں کئے ہوئے
رخصت کیا تھا خون کے آنسو پیے ہوئے

دعا: برائے آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف اور کرمانوالہ شریف:

ہو سجدہ گاہِ عالم خاک ان کے آستانوں کی
رہے منبع ہدایت کا ولایت ان گھرانوں کی.

درمدح آستانہ شاہانہ شرقپور شریف:

ہستم غبارِ راہِ غلامانِ شرقپور
تابندہ ام ز مہر درخشانِ شرقپور

درمدح زیارت گاہِ عالم مکان شریف (انڈیا):

تسکین جانِ ذوق نظارا مکاں شریف
صد خلد در آغوش ہمارا مکاں شریف

نسبت شیخ:

حضرت واصف کنجاہیؒ ایک صاحب نسبت نعت گو ہیں یہ نسبت ہی ہے جو ذرے کو خورشید اور قطرے کو دریا بنا دیتی ہے۔ انہیں اپنی نسبت کا پورا پورا ادراک بھی حاصل ہے اور وہ اس روحانی اور عرفانی نسبت پر ناز بھی کرتے ہیں اور ایک سچے مرید کی طرح جا بجا اس کا اظہار بھی انتہائی ادب واحترام کے ساتھ فرماتے ہیں۔ وہ ایک صاحب عرفان شاعر ہی نہیں پیکر درد و سوز صوفی، سالک راہِ طریقت اور ایک مست الست درویش بھی ہیں۔ جہان درویش میں ان کی عقیدتوں کا جہاں آباد ہے۔ یہ اشعار ان کی لازوال اور باعثِ صد افتخار نسبت کا حاصل اور خلاصہ ہیں:

شاہِ نورالحسنؒ پادشاہِ کرم
رکھیں مجھ پہ ہمیشہ نگاہِ کرم

لاتخف واصف کہ باقر پیر تو
خود مددگار و نگہبانِ تو ہست

سگ دربارِ مرشد نامِ واصف اے مولا!
مری لوحِ جبینِ بخت پہ تحریر ہو جائے

واصف ملیں گی اہل نظر سے بصیرتیں
سرمۂ چشم ان کے کفِ پا کی دھول کر

شہنشاہی ہے دریوزہ گری سادات کی مجھ کو
حضورِ غیر حرف التجا بننا نہیں آتا

فنی جائزہ:

فنی حوالہ سے بھی حضرت واصف کا کلام میزان شعراور میزانِ عشق پر پورا اترتا ہے،ان کے کلام میں محاسنِ شعر گوئی،لفظیات،صنائع بدائع،استعارات وتشبیہات،جزئیات نگاری،رنگ تغزل،بندشِ تراکیب،فطرت کی عکاسی،مصرعوں کا دروبست،بحور کا انتخاب،اوزان کی شیرینی،ردیفوں کی مٹھاس اور قوافی کا حسن ملکرنکھاراور چاشنی پیدا کرتے ہیں،ان کا فن روایت اور سلاست کا بہتا ہوادریا ہے،حضرت واصف کے کلام میں فنی محاسن کومصنوعی اہتمام سے لایانہیں گیاجیسے کاغذی پھولوں پر جتنا بھی عطر لگالیں ان کی مصنوعیت کوقدرتی تازگی اور خوشبو میں بدلانہیں جاسکتا بلکہ ان کے کلام میں فنی محاسن گلاب کے پھول کی اصلی اور قدرتی خوشبو کی طرح ایک لازمۂ شعر کی حیثیت سے ساتھ ساتھ آتے ہیں،جہان دُرویش سے چنداوصاف ومحاسن بطورامثلہ دیکھئے:

رنگ تغزل:

آہ آہِ رسا نہ ہو جائے
ان کو کچھ اے خدا نہ ہو جائے

لرز جاتا ہوں آرزو کر کے
آرزو بھی خطا نہ ہو جائے

زاہد سے ملاقات ہے رندوں سے پیار بھی
مشکل تو ہے نباہ کئے جا رہا ہوں میں

نقابِ رخ اٹھایا جا رہا ہے
کوئی بسمل بنایا جا رہا ہے

بھرم یارب رہے اہل رضا کا
ہمیں پھر آزمایا جا رہا ہے

ہم دیں نہ دو جہاں کی قیمت پہ بندگی
نادان شیخ! حور پہ للچا کے رہ گیا

صنعت تلمیح:

تھے پوجتے کہیں چاند سورج ستارے
کہیں آگ اور اس کے شعلے شرارے
خدا کا تصور جو تھا تو عجب تھا
الگ ان کی ہر ایک حاجت کا رب تھا

بشارت اسی کو تھی حق نے عطا کی
کرے گا امامت یہی انبیاء کی
پھر بدر کی سی بھیج فرشتوں کی نصرتیں
پھر آج ہم پر رحمت باری نزول کر
دیں جس کو حسن نے اپنے خزانوں کی نعمتیں
جو بانٹتا ہے دونوں جہانوں کی نعمتیں

صنعت حسن تعلیل:

تقریب جشن عید پہ نکلے وہ سیر کو
کوچوں کی، راستوں کی، بازاروں کی عید ہے

صنعت استعارہ:

مرجھا کے کہہ رہی ہیں پھولوں کی پتیاں
غافل خزاں بدوش بہاروں کو چھوڑ دے

صنعت رعایت لفظی:

آسماں پر ہیں ستارے یا بکھیرا نور نے
نور کے خرمن سے اپنے دانہ دانہ نور کا
جو گرا کے بجلی پھونک دے مرے خرمن خواہشات کو
مرے عشق آتش نفس کو، مجھے اس شرر کی تلاش ہے

مراعاۃ النظیر:

سرمہ چشم بصیرت ہے ترے قدموں کی خاک
داروئے ہر قلب نابینا ترے قدموں میں ہے
ہیں بام و در پسینہ کی خوشبو سے مشک یاب
مہکی رہے گی جاوداں یونہی تیری گلی
وعدۂ دید زیر لحد ہے تو ڈر کیا
تڑپانہ مرگ ناگہاں اب انتظار میں

صنعت تکرار لفظی:

پارا پارا:

شکستہ آرزوؤں نے جگر ہے کر دیا ٹکڑے
کیا دل حسرتوں نے پارا پارا یا رسول اللہؐ

مارامارا:

پریشان حالیوں، محرومیوں کے دشتِ غربت میں
پھروں گا کب تلک میں مارا مارا یارسول اللہؐ

مرمر:

ہے جینا محبت میں مرنا نبیؐ کی
الٰہی سکھا مجھ کو مر مر کے جینا

ڈرڈر:

واصف اک بحر بے پایاں ہے عشق رسول اکرمؐ کا
ہم اپنے سفینوں کو اس میں ڈر ڈر کے اتارا کرتے ہیں

بال بال:

مشرف کر شفائے کاملہ سے بال بال ان کا
بڑھا رحمت سے اپنی رتبہ و شرف و کمال ان کا

خارخار:

دشتِ عرب میں آبلہ پائی کے ہیں مزے
انمول لذتیں ہیں بھری خار خار ہیں

صنعت تضاد:

خزاں ربہار:

خزاں بن کر گناہوں کی نحوست چھا گئی مجھ پر
بہارِ زندگانی پھر خدارا یارسول اللہؐ

صبح رشام:

ہے پھول کی سی مختصر انسان کی زندگی
صبح کھلا تو شام کو مرجھا کے رہ گیا

زمین رآسمان:

چاند زہراؓ کے چمکتے ہیں لہو میں ڈوب کر
ہر زمینِ کربلا ہے آسمانِ اہل بیت

شب رسحر:

دھویا ہے ہم نے شب کی سیاہی کو خون سے
کچھ قیمت طلوع سحر ہم سے پوچھئے

زندگی رموت:

کرتا ہے زندگی کو شہادت سے لازوال
مومن کو نہیں موت کا ڈر ہم سے پوچھئے

بدرنیک:

چھا گیا آفاق پر خلقِ عظیم
خوئے بد خود نیک خُو ہونے لگی

محاورات:

خاک میں ملانا رخاک کرڈالنا رپاک کرڈالنا:

ملا کر خاک میں ہر ایک عدو کو خاک کر ڈالا
نہ دی جس نے زکوٰۃ اس سے جہاں کو پاک کر ڈالا

مراد کو پہنچنا راپنا آپ گنوانا:

تیری جستجو و تلاش میں گم ہو کے پہنچے مراد کو
تجھے پانے والوں نے اس طرح سے ہے اپنا آپ گنوادیا

بلائیں لینا:

ترے روضۂ اقدس کی میں نت آکر بلائیں لوں
مجھے اے کاش! کیوں باد صبا بننا نہیں آتا

آبرو ہونا:

دو جہاں کے مالک و مختار نے
جس کی چاہی آبرو ہونے لگی

گوارا کرنا:

جوان کی شفاعت کو اپنی بخشش کا سہارا کرتے ہیں
کب رحمت عالمؐ ان کے لئے دوزخ کو گوارا کرتے ہیں

بے کل رہنا:

اس شوق میں بے کل رہتا ہے ہر معجزہ عرشِ معلیٰ پر
کب میری باری آتی ہے کب مجھ کو اشارا کرتے ہیں

تصویر اتارنا:

پہلے تو میل گناہوں کی اشکوں سے دھونا پڑتی ہے
پھر دل کے شیشے میں ان کی تصویر اتارا کرتے ہیں

نچھاور کرنا:

نچھاور کروں ہر قدم پر میں سجدے
میسر ہو گر خاک راہِ مدینہ

محوِ حیرت ہونا:

فرشتے بھی ہیں دیکھ کر محوِ حیرت
جلال وشکوہِ ذی جاہِ مدینہ

تاج شاہی بخشنا:

گدا گر کو بخشا گیا تاجِ شاہی
مرے زیبِ سر ہے کلاہِ مدینہ

سانچے میں ڈھالنا رارمان نکالنا:

تمہاری ہر ادا کو شعر کے سانچے میں ڈھالوں میں
تمہارے پیار میں اس دل کا ہر اک ارماں نکالوں میں

مرادوں سے جھولی بھرنا رپلکوں سے چننا:

پلکوں سے چُن کے بھر لیں مرادوں سے جھولیاں
لوٹیں سعادتیں چلو ان کے دیار میں

ٹھوکر کھانا:

ٹھوکریں کھاتی ہوئی انسانیت کے دستگیر
بے نوا انسان کا ماوا ترے قدموں میں ہے

<u>ردیفیں:</u>

حضرت واصف کنجاہی کے کلام میں فنی تنوع دلآویز ہے، انہوں نے مختصر اور طویل بحور کی طرح مختصر اور طویل ردیفوں کو بھی برتا ہے۔ مثلاً:

انسان کا جہاں سے گزر ہم سے پوچھئے
جلتے ہیں جبرائیل کے پر ہم سے پوچھئے
تجھ کو قرب و بعد کیا نہ کیا ترے قدموں میں ہے
ابتداء وانتہاء آقا ترے قدموں میں ہے
محبوب حق کی چاہ کیئے جا رہا ہوں میں
اور عشق بے پناہ کیئے جا رہا ہوں میں
جتنا بھی کریں شکر مرے قلب و زباں اور

ہوتا ہے فزوں لطفِ خداوندِ جہاں اور
عشق احمد کا ہے اتمام خدا خیر کرے
زندگی کا مری انجام خدا خیر کرے

اساتذہ کی زمینوں میں کلام:

ایک شاعر کا کسی دوسرے شاعر کی زمین میں کلام لکھنا یا اس کے کلام پر تضمین کرنا ادب کی احسن روایت ہے اور ایک طرح کا اعترافِ عظمت ہے، اساتذۂ متقدمین و متاخرین کے ہاں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں۔ جہانِ درویش میں حضرت واصف کنجاہیؒ کے کئی کلام اساتذہ کی زمینوں میں ہیں۔ جن میں انہوں نے اساتذہ کی زمینوں کا انتخاب کرتے ہوئے ان کی عظمتِ فن کا اعتراف بھی کیا ہے۔ اور انہیں خراجِ تحسین بھی پیش کیا ہے، مثلاً غالب کی مشہور غزل ہے:

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

اسی زمین میں حضرت واصفؒ کا کلام سہل ممتنع کا خوبصورت نمونہ ہے:

خدا کی وہ شانِ کرم دیکھتے ہیں
تجھے جو اے شاہِ امم دیکھتے ہیں
کٹھن کس قدر ہے محبت کا رستہ
مڑیں جس طرف پیچ و خم دیکھتے ہیں

حضرت واصفؒ کنجاہی کے مسدس (عیدمیلادالنبیؐ پر) مولانا حالیؔ کے مسدس (مدوجزر اسلام) کی سی روانی کا گماں ہوتا ہے، زیادہ تر تہنیتی نظمیں اور غزلیں فردوسی اسلام حضرت حفیظ جالندھریؒ کی زمین میں ہیں۔ جن کا صوری، صوتی اور غنائی آہنگ قاری کو شاہنامہ اسلام کے مطالعہ جیسا حظ فراہم کرتا ہے۔ سلام امام عالی مقامؓ اور قصیدۂ نور اعلیٰ حضرتؒ کی زمینوں میں ہیں۔ فارسی کلام حضرت خواجۂ چشتیاں خواجہ عثمان ہارونیؒ اور مولانا جامیؒ کی زمینوں میں ہیں۔ مذکورہ تمام کلام پڑھ کر قاری اساتذہ اور اولیاء کی تحریروں کی سی چاشنی اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔

ہیئتی جائزہ:

نعت ومنقبت وہ مقدس اصنافِ سخن ہیں جن کا تعلق موضوع کے ساتھ ہے نہ کہ ہیئت کے ساتھ، ان کیلئے کسی صنف شعر کی کسی مخصوص ہیئت کی پابندی نہیں، یہ شاعر کا اپنا مزاج ہے کہ وہ اپنے جذبات واحساسات کو اصناف سخن کے کس قالب میں سمونا چاہتا ہے۔ دورِ حاضر کی رائج کردہ اور اس سے قبل کی تمام مروجہ ہیئتوں میں نعت ومنقبت کا وافر ذخیرہ موجود ہے۔ صرف نعت ومنقبت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ کسی مخصوص ہیئت کی محتاج نہیں بلکہ یہ جس ہیئت میں بھی لکھی جائیں اسے تقدس

تاب اور پاکیزہ تر بنا دیتی ہیں۔عصر حاضر کی تمام شعری ہیئتیں (فرد، مثنوی، ہائیکو، ترویني، رباعی، قطعہ، مخمس، مسدس، مثمن، مستزاد، سانیٹ، آزاد نظم، نظم معریٰ، غزل) نعت کے نور سے جگمگا رہی ہیں۔اسی طرح ہر دور میں آنے والی نئی نئی ہیئتوں کا پُر تپاک استقبال نعت سے کیا جاتا رہے گا۔ حضرت واصف کنجاہی بھی اپنے سچے اور سچے جذبات کے اظہار کیلئے فن شاعری کی مختلف اور متنوع ہیئتوں کو بروئے کار لائے ہیں۔

''جہان درویش'' کا ہیئتی مطالعہ کریں تو ہم دیکھتے ہیں حمد باری تعالیٰ اور دعا کے علاوہ تیئیس نعتیں اور تیس مناقب غزل کے ہیئتی قالب میں ہیں۔حضرت سید عثمان علی شاہؒ کی علالت پر لکھی گئی نظم ''مثنوی'' کی صورت میں ہے۔حضرت قبلہ اباجی حضورؒ کی حرمین شریفین پہلی حاضری کے موقع پر لکھا گیا، کلام مستزاد کی ہیئت میں ہے، خلفائے راشدینؓ کی مدح رباعی کی ہیئت میں نظر نواز ہوتی ہے، جن کی تعداد پچیس ہے، نیز ''لوح درِ اقدس'' کے عنوان سے بھی ایک رباعی موجود ہے۔

تین کلام (خط کا جواب، قطعۂ تاریخ وصال سید محمد اسماعیل شاہ بخاریؒ اور مزارِ غنیمت کنجاہی) قطعہ کے قالب میں ڈھلے ہوئے ہیں، دو تہنیتی نظمیں مخمس کی ہیئت میں ہیں جن کے سرنامے: اے زائر حبیبؐ اور ولادت صاجزادہ سید عارف علی شاہ ہیں۔جبکہ چھبیس کلام مسدس کی ہیئت میں ہیں، مسدس حضرت واصف کنجاہی کی مرغوب صنف سخن ہے، جس میں وہ اپنی قلبی کیفیات کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں، نیز مسدس کی ہیئت شاعر کو سہولتِ بیان، قاری کو وحدت تاثر اور نظم کو واقعاتی تسلسل بھی فراہم کرتی ہے، ان کی مسدس سلاست، سادگی، پرکاری، ابلاغ، بندش، صوتی بہاؤ اور لسانی رکھ رکھاؤ پر مبنی ہیں، جو قاری کو حسن عقیدہ و عقیدت سے آشنا کرنے کے ساتھ ساتھ سرور و کیف کی وادی میں بھی لے جاتی ہیں۔

ان کے عنوانات یہ ہیں: نعت شریف، عید میلاد النبیؐ، حضور رحمۃ للعالمینؐ، منقبت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، شانِ صدیق اکبرؓ، سلام بحضور امام عالی مقامؓ، حسینؓ آ، ولادت سید فیض الحسن شاہ بخاری، اباجی حضورؒ کا سفر مری، اباجی حضور کی علالت، مرثیہ بر موقع چہلم حضرت سید محمد اسماعیل بخاریؒ، ولادت پیر سید صمصام علی شاہ بخاری، ولادت سید جعفر علی شاہ بخاری، اک نظر التفات شاہانہ، ولادت سید میر طیب علی شاہ بخاری صاحب، حضور پرنور، حضور امام الاولیاء، ولادت پیر سید حسنین علی شاہ بخاری، منگتا، نور کی نگری، قبلہ چن جی سرکار کی دستار بندی، ولادت صاجزادہ سید حسن جواد بخاری، ولادت صاجزادہ سید آصف علی شاہ بخاری، بحضور پیر و مرشد، ماہِ عظمت۔

عروضی جائزہ:

شاعری کا مقصد قارئین کو روحانی مسرت سے ہمکنار کرنا ہے اور وزن اس مسرت کے حصول میں مدد دیتا ہے۔وزن سے ایک خاص قسم کا ترنم پیدا ہوتا ہے جو دل و دماغ کی تسکین کا باعث بنتا

ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ شعراوروزن لازم وملزوم ہیں۔مغربی ناقدین ادب نے بھی شعرمیں وزن کولازمی قراردیاہے،ڈاکٹرسلام سندیلوی مغربی ناقدین کےحوالہ سے لکھتے ہیں:

جانسن نے اپنی لغت میں شاعری کے معنی "باوزن ادب" لکھے ہیں،لے ہنٹ کا خیال ہے کہ روح شاعری کی تکمیل کیلئے وزن کاہونالازمی ہے۔کارلائل کےنزدیک شاعری کاباوزن اورمترنم ہوناضروری ہے،وزن کی اہمیت کااندازہ اس سےبھی ہوتاہے کہ جب انسان جذبات کے زیراثر ہوتاہےتوبلاارادہ گنگناناشروع کردیتاہے۔وہ گنگناہٹ وزن ہوتی ہے،کیونکہ بے وزن الفاظ کو لے میں گنگنایانہیں جاسکتا،اس لئے میتھیوآرنلڈ نے وزن کوشعرکیلئے ایک ضروری جزوقراردیاہے اورمل نے بھی وزن کی اہمیت کوتسلیم کیاہےاس کاقول ہے کہ جب سے انسان نے تہذیبی دنیامیں قدم رکھاہے،اس وقت سے تمام عمیق مشاہدات،بلندخیالات اورمتوازن زبان میں گہراتعلق ہے، ہیگل نے بھی وزن کےکرشمات کوتسلیم کیاہےاس نے وزن کے جمالیاتی پہلوپرروشنی ڈالی ہے،اس کا کہناہے کہ نظم ہمیں وزن کی بدولت ایک ایسی خوبصورت دنیامیں لے جاتی ہے جونثرکی (خشک) دنیا سے جداہو۔وزن موسیقی کی طرح براہِ راست دل پراثرجوکرتاہےشعرمیں الفاظ کوایک خاص ترتیب سےرکھ دیناہی جادوکاکام کرتاہے،نثرجووزن سے مبراہےاس تاثیرسے محروم ہے،اس بات کوجیمس نے بہت حسین اندازسے پیش کیاہےوہ کہتاہے کہ ملٹن اورشیکسپئر کے بہترین منظوم خیالات کونثرمیں منتقل کردیجئےاوراس سلسلہ میں کم سےکم الفاظ کی ترتیب بدلیےاورپھردیکھئے کہ شاعری کاساراجادو کس طرح ختم ہوجاتاہے۔

یہ بالکل ایساہی ہوگاجیسے کوئی شبنم کےقطروں کوہتھیلی پرپرکھناچاہے۔جب تک شبنم کے قطرےگھاس پرہوں ہیرےموتی معلوم ہوتےہیں لیکن ہتھیلی پررکھ دیےجائیں گےتوپانی بن کربہہ جائیں گے،الغرض کسی شعرکےالفاظ کوآگےپیچھےکرنےسےشعرکاحسن اورجادوختم ہوجاتاہے،یہی قول اردواورفارسی کےبیشترشعراءکےکلام پرعائدہوتاہے۔

میر،غالب،مومن،انیس،حالی،جگر،جوش اورحسرت کےوہ اشعارجن میں غضب کی دلکشی موجودہےاگرنثرکی صورت میں ہمارےسامنےپیش کئےجائیں توان کاسارالطف ختم ہوجائےگا، اسی طرح فردوسی،عطار،رومی،حافظ،جامی اورسعدی کےاشعارکی الگ نثرکی جائےاورپھرانہیں پڑھاجائےتوان کےخیالات کاوجدان اورسحرکافورہوجائےگا۔اس سےیہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شعرمیں تاثیراوردلکشی صرف وزن ہی کی بدولت پیداہوتی ہےاورصرف وزن ہی ایسی چیزہے جونظم اورنثرکےمابین ایک خط فاصل کھینچ سکتی ہے،اگرہم کسی بھی قابل قدرشعری دستاویزکامطالعہ کریں تویہ بات عیاں ہوگی کہ اسی شعرکواعتبار،دوام اورقبول عام کادرجہ حاصل ہوتاہےجسےعروضی میزان پرتولاگیااورمروجہ اوزان کی کسوٹی پرپرکھاگیاتواس میں کوئی کمی بیشی نہ نکلی،مگریہاں اس بات

کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ صرف ایک خاص چوکھٹے میں الفاظ کی بھرتی کر لینا اور ردیف وقوافی کا انتظام کر لینا بھی تو شعر نہیں ہوتا۔ کیونکہ پاک و ہند میں بہت سی ایسی شاعری بھی سامنے آئی جسے عروض واوزان کی سند تو حاصل ہوئی مگر وہ شاعری نہ کہلا سکی، شاعری میں وزن کے ساتھ تخیل اور جذبات کا وجود بھی ضروری ہے۔

جہان درویش میں حضرت واصف کنجاہی نے شاعری کی جس جس صنف سخن کو ذریعۂ اظہار بنایا ہے۔ ہر صنف میں انہوں نے وہی اوزان اور بحور استعمال کی ہیں جو ان کی اپنی ذات میں پنہاں فطری روانی سے گہری وابستگی رکھتی ہیں ان کا کلام رواں بحروں میں ہے انہوں نے کہیں سالم اوزان برتے ہیں اور کہیں زحاف لگا کر شعری اسلوب کو مترنم بنایا ہے۔ ذیل میں حضرت واصف کنجاہیؒ کے اوزان اور ان اوزان پر لکھے گئے ہر کلام کا مصرع اول پیش خدمت ہے:

۱.....مفاعیلن مفاعیلن، فعولن:

کرم مجھ پر خدائے بحر و بر ہو
بنامِ کردگار ذوالجلالے
بنامِ خالق دنیائے ایجاد
پناہم بخش زیر ظلِ رحمت
کرم پروردگار بحر و بر کن
نقاب رخ اٹھایا جا رہا ہے

۲.....فعولن فعولن فعولن فعولن:

دعا پر مری التجا پر کرم کی
تری حمد اے رب رحمان کر لوں
مبارک اے رنگیں مری کی بہارو
خدا کی وہ شانِ کرم دیکھتے ہیں
مرا سر ہو اور خاک پاک مدینہ
حبیب خدا بادشاہ مدینہ
یونہی کہکشاں کے تھے دلکش نظارے
خداوند منعم شہنشاہِ عظمت

۳.....فعولن فعولن فعولن فعول:

زہے عظمت و احترام حسینؓ

۴.....فاعلاتن فاعلاتن فاعلن:

تاجدارِ فقر اے سردارِ دیں
تاجدارِ اولیاء سلطانِ دیں
بے کراں یہ آبجو ہونے لگی

۵......فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن:

ابتداء وانتہا آقا ترے قدموں میں ہے
آنکھ میری اشک غم پھر آج برسانے لگی
درد وآلام ومصائب داستانِ اہل بیت
دے مجھے بادۂ ذوقِ عاشقانہ نور کا
اے باذن اللہ ہدایت کے لئے مامور آ
آفتاب معرفت ماہِ تمام اولیاء
دین اور دنیا کے شہ ہیں شاہ عثمان علی
واصف مسکیں ثناخوان وغلام اہل بیت
عاشقِ شوریدہ سر محورخ جاناناں ام
من گدائے مصطفیٰ از غیر او بیگانہ ام

٦......فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن:

میری دنیا میری سرکار مدینہ تیرا
عشق احمد کا ہے اتمام خدا خیر کرے
ہے وہ اسلام کا شہکار فاروق اعظمؓ
حق سے پائی ہے یہ توفیق صدیق اکبرؓ

۷......فاعلاتن مفاعلن فعلن:

آرزو بھی خطا نہ ہو جائے
یہ عصا یاد گار ہے مجھ کو

۸......فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن:

راکب دوشِ سرورؐ پہ لاکھوں سلام

۹......فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن:

میرے ساقی کی محفل میں جب بھی کوئی تشنہ لب آگیا تشنہ کام آگیا

۱۰......فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن:

مانگے کیا اور خداوند سے جس کا تو والی ہو جائے

جوان کی شفاعت کو اپنی بخشش کا سہارا کرتے ہیں

۱۱......متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن:

جسے چاہا عشق رسولؐ نے اسے مر کے جینا سکھا دیا
نہ تلاشِ شانِ سکندری نہ ہی سیم وزر کی تلاش ہے

۱۲......مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن:

بگڑی ہوئی بنتی ہے تقدیر مدینے میں

۱۳......مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن:

یہ خاک مقدس ہے یہ آنکھوں میں لگا لے
خورشید ضیا بار ز رخسارِ محمدؐ
جتنا بھی کریں شکر مرے قلب وزباں اور
حب راحتِ دارین ہے عثمان غنیؓ کی
قرآن ثنا خواں ہے قدیمانہ محمدؐ (کا)

۱۴......مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن:

مجھ کو مٹا مٹا کے فنا فی الرسول کر
یا رب مجھے نواز یوں افکار خیر سے
مولا تیرے حبیب کے مٹ جاؤں پیار میں
ارض و سما میں شے کوئی ایسی کہیں نہیں
محبوب حق کی چاہ کئے جا رہا ہوں میں
بٹتی ہے آقا دولتِ ایماں تری گلی
اٹڈا ہے آسمان سے سیلاب نور کا
جس کی اولاد پاک سے ہے فاطمہ بتول
جس کی نہیں مثال شجاعت علی کی ہے
یارب سراپا معصیت ہوں پر خطا ہوں میں
لاکھوں پہاڑ ظلم کے راہ حسین میں
پھر آج تجھ کو دین پکارے حسین آ
مطلع صبح دیں میں لہو ہے حسین کا
زندہ جہانِ عشق میں مادام ہیں حسین
لکھنا ہے مجھ کو واقعہ ان کی جناب کا

تڑپا رہی ہیں حسرتیں دل بے قرار کو
اک نظر التفات شہانہ ہو شہ حسینؒ
تجھ کو کروڑ بار مبارک تیرے نصیب
تسکین جان و ذوق نظارا مکاں شریف
اللہ کے ولی ہو محمد کے شیر ہو
بے پایاں لطف احمد مختار دیکھئے
حاضر ہوا مزارِ غنیمت پہ اک روز
شکوہ کسی کا لب پہ مرے آکے رہ گیا
آیا نظر ہے چاند نظاروں کی عید ہے
انسان کا جہاں سے گزر ہم سے پوچھئے
توفیق حق سے آج یہ بیاں کریں گے ہم
چہ ہست شان و عظمت نام مکاں شریف
ہستم غبارِ راہ غلامان شرقپور
حسن نگارِ حسن کلام غنیمت است
یاروں کے دل میں بیر ہے یاروں کو چھوڑ دے

۱۵......مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن:

سعادت حاضری کی ہو مجھے دربارِ اقدس میں
الٰہی عجز کی توفیق دے میں عجز سے بولوں
مری قسمت کا بھی چمکے ستارا یارسول اللہ
زباں کو وقفِ وصف رحمت للعالمیں کرلوں
مجھے کچھ بھی جہاں میں اے خدا بننا نہیں آتا
رضا کاری ازل سے ہے طریق کارِ درویشی
منم آں قطرۂ شبنم بہ نوک خارمی رقصم
رضا کارم رضا را می کنم تدبیر نی رقصم

☆☆☆

غلام حسین واصفؔ کی نعت گوئی کا فکری پہلو

محمد سعید ارشد
صدر شعبۂ اردو
ریڈ فاؤنڈیشن سائنس کالج
مظفر آباد (آزاد کشمیر)

نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شاعر کی عقیدتوں کے نذرانے کو نعت کہا جاتا ہے۔ تاریخ اسلامی کے تمام ادوار میں رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وشمائل اور مدح وستائش کا تذکرہ شعرائے کرام کا پسندیدہ موضوع رہا ہے۔نعت کے لئے کسی مخصوص ہیئت کی پابندی لازمی نہیں چنانچہ غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی، مسدس، مخمس حتیٰ کہ آزاد نظم میں بھی خوبصورت اور شہکار نعتیں کہی گئی ہیں۔اس مقدس صنف سخن میں عربی، فارسی اور اردو زبان کے ہر شاعر نے کچھ نہ کچھ ضرور کہا ہے۔حتیٰ کہ کئی غیر مسلم شعرا نے بھی رحمت عالمؐ کے حضور اپنی عقیدتوں کے پھول نچھاور کیے ہیں۔یہ سلسلہ عربی میں حسان بن ثابتؓ سے شروع ہو کر فارسی میں سعدی، رومی، جامی اور قدسی سے ہوتا ہوا اردو میں اقبال، ظفر علی خان، امیر مینائی، محسن کاکوروی، الشاہ احمد رضا خان بریلویؒ، بیدم وارثی، ماہر القادری، بہزاد لکھنوی، حفیظ تائب اور مظفر وارثی وغیرہ تک پہنچتا ہے۔نعت گوئی وہ مقدس سلسلہ ہے جو نبی آخر الزماں کے عہد مبارک سے ہی شروع ہوا اور مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کے رنگ سمیٹتے ہوئے آج ایک باقاعدہ صنف سخن کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔نعت گوئی کا یہ سلسلہ عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسی مالا میں پرو دیتا ہے کہ ہر نعت گو شاعر ایک موتی کی طرح جگمگ کرتا نظر آتا ہے۔غلام حسین واصفؒ بھی اسی مالا کے جگمگاتے ہوئے موتی ہیں کیوں کہ انھوں نے بھی اپنے فن کو رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وستائش کے لئے وقف کیے رکھا۔''ان کے مجموعہ کلام ''جہانِ درویش'' کے کچھ اوراق میرے سامنے موجود ہیں، مجھے ان تمام اشعار میں غلام حسین واصف کے ہاں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف جہتوں کا سراغ ملتا ہے۔

ایک اچھے نعت گو شاعر کے لئے ضروری ہے کہ وہ حمد اور نعت میں حد فاصل قائم رکھنے پر

قدرت رکھتا ہو۔ظاہر ہے کہ یہ کام اس فن میں کسی مہارت تامہ کے بغیر ممکن نہیں۔نعت گوئی گویا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نگاری کے مترادف ہے۔کیوں کہ اس صنف میں نہ تو غلو کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی بے بنیاد بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منسوب کی جاسکتی ہے۔گویا حقائق کو موضوع سخن بنانا ہی نعت گوئی کا اولین تقاضا ہے۔غلام حسین واصفؒ کو اس بات کا پورا ادراک ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ بارگاہ نبویؐ میں دست بدعا ہیں کہ؛

عطا ہو حوصلہ آقا مجھے دشوار کاری کا
عطیہ بخش دو اپنی مجھے سیرت نگاری کا

ہادیٔ برحق کی بعثت کا مقصد گمراہی کی ظلمتوں میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو صراط مستقیم پر لانا تھا۔ ایک بکھری ہوئی قوم کو متحد و منظم کرنا تھا۔ان گنت خداؤں کے آگے سر جھکانے والوں کو ایک معبود برحق کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا قرینہ سکھانا تھا۔تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اس مصلح قوم نے عرب کے شتربانوں کے ہاتھ سے اونٹ کی مہار چھڑا کر زمانے کی زمام کار تھما دی۔آج کے اس زوال آمادہ اور انحطاط پذیر معاشرے میں بھی تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نفاذ کی ضرورت ہے۔اگر ایسا کرنے میں ہم کامیاب ہو گئے تو دونوں جہانوں کی بھلائی کا خزانہ ہمارے ہاتھ آجائے گا۔اگر ہمارے دل کی دنیا قبلہ رو ہو گئی تو پھر اس معمولی سی آب جو کو ایک محیط بیکراں بننے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔غلام حسین واصف اس حوالے سے رجائیت سے بھرپور فکر کے حامل ہیں۔چنانچہ آپ کہتے ہیں:

دل کی دنیا قبلہ رو ہونے لگی
بیکراں یہ آب جو ہونے لگی

انسانی فطرت ہے کہ وہ ہمیشہ مادی فوائد و ثمرات کو فوقیت دیتا ہے۔اردگرد کے ماحول میں پائے جانے والے مظاہر اور ان کی رعنائیاں انسان کے لئے زیادہ کشش کا باعث ہوتی ہیں۔ بالخصوص ہماری ہند اسلامی تہذیب میں عبادت و ریاضت کے لئے کسی مجسم مرکز کا تصور ہمیشہ موجود رہا ہے۔اس اعتبار سے روحانی دنیا کے ارتقا کے لئے بھی جسمانی یا مادی کردار سے انکار ممکن نہیں ہے۔ ہمارے ہاں موجود خانقاہی نظام، پیر و مرشد کا سلسلہ،علماء و مشائخ کے علاوہ اولیاء اکرام کا انسان کے روحانی ارتقاء میں مرکزی کردار رہا ہے۔لیکن واصف جب یہ کہتے ہیں کہ

بجھی آگ نہ آبِ زم زم سے دل کی
پلا ساقیا آبِ چاہ مدینہ

تو ایک سطح پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ واصف حجاز مقدس کی سرزمیں پر پہنچ کر بھی مادی مظاہر سے بے نیاز ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار ہیں۔ایسا لگتا ہے کہ واصف مجسم کیفیات

کی بجائے مجرد کیفیات میں زیادہ سکون محسوس کرتے ہیں۔اور ایک درویش کی یہی پہچان ہے کہ وہ اَن دیکھی دنیاؤں کی طلب میں غلطاں و پیچاں رہتا ہے۔

اقبالؒ نے دل کی ناخنکی اور امت کی تمام دیرینہ بیماریوں کا علاج اس آب نشاط انگیز کو قرار دیا تھا جو ساقیٔ مدینہ کے در سے حاصل کی جا سکتی ہے۔واصف نے بھی مدت سے امت مسلمہ کی سوئی ہوئی قسمت کی بیداری کو مدنی آفتاب کی کرنوں کی تمازت سے مشروط کیا ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں:

سویا ہوا مدت کا جاگ اٹھے نصیب اپنا
خوابوں کو میسر ہو تعبیر مدینے میں

آج بھی امت کے تمام مسائل کا حل تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مضمر ہے۔آج اگر ہمارا معاشرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے سنہری اصولوں کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنا شروع کر دے تو ہمیں تمام دکھوں اور بیماریوں کا علاج میسر آ جائے گا۔اور یہ بیمار معاشرہ ایک مرتبہ پھر سے صحت مندی سے ہمکنار ہو گا۔

ہمارا اس بات پر کامل ایمان ہے کہ جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے تقاضوں میں بے مثل اور یکتا ہے اسی طرح نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اوصاف و کمالات میں بے مثل و بے نظیر ہیں یہی بات واصف کے قلم سے ان الفاظ میں ادا ہوتی ہے۔

کر سکتی ہے کب غیرت خالق یہ گوارا
محبوب خداوند سا ممکن ہے کہاں اور

جو دو قطرے اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں ان میں ایک آنسوؤں کا وہ قطرہ بھی ہے جو ندامت اور خوف خدا کی وجہ سے آنکھوں سے چھلک جائے۔واصف بھی یہ سمجھتے ہیں کہ ندامت اور خدا خوفی کی وجہ سے انسان جس قدر نیر بہائے گا اتنا ہی قرب خداوندی کے حصول کا سزاوار ٹھہرے گا۔آنسوؤں کی اس پھوار سے ہی اللہ رب قہار کے غیض و غضب کو ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں:

دھو ڈال میرے دل سے گناہوں کی سیاہی
اے دیدۂ تر اشک فشاں اور ہاں اور

☆☆☆

مولانا غلام حسین واصف کنجاہیؒ کی نعت کے رنگ

ڈاکٹر احسان اللہ طاہر
صدر شعبۂ پنجابی
گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ

حضرت کیلیانوالہ شریف کا نام سامنے آتے ہی مجھے منشی غلام حسین کیلانوی یاد آگئے، موصوف پہ میں نے پی، ایچ، ڈی کا خاکہ تیار کیا تھا، پنجابی ادب میں انہوں نے کئی یادگار تخلیقات چھوڑی ہیں، آپ کاتب تھے، خطاطی کی قدیم روایت کے امین تھے، آپ کی ایک کتاب ''بہشتی'' ہے۔ پنجابی ادب میں حمد و نعت کے حوالے سے ابتدائی کتب میں شمار ہوتی ہے، بہت سی دینی اور مذہبی کتابیں پنجابی میں تخلیق کیں، کسی وجہ سے میں مذکورہ خاکے پہ اپنا کام مکمل نہ کر سکا، مجھے بعد میں پتہ چلا کہ آپ کے کسی عزیز یا دربار سے وابستہ خادم نے ان پہ کوئی مقالہ لکھا تھا، آج اسی آستانے کا ایک اور نام مولانا غلام حسین واصف کنجاہی کا سامنے آیا ہے تو دل روحانی خوشی سے مہک اٹھا کہ اہل حق نے لوگوں کے ذہن و فکر اور جان و دل میں علم، خوشبو اور محبت کی جو جوت جگائی تھی اس کا سفر آج بھی جاری ہے۔ اہل نظر نے جو محبتوں کی نیاز بانٹی ہے۔ اس کی مٹھاس کبھی ختم نہ ہوگی۔ حضرت کیلیانوالہ شریف سے وابستہ یہ شاعر فقر و فکر کی جس دنیا میں رہا اس کی ایک مثال کافی ہے کہ انہوں نے سرکاری نوکری کو خیر باد کہہ کر سرکار کے قدموں میں اپنی جگہ بنا کر در رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے فکر و فن کا محور و مرکز بنا لیا اس درویش کی زندگی بھر یہی تمنا رہی اور وہ اپنے مرشد کے قدموں میں بیٹھ کر اس ایک دعا کو دہراتے رہے:

یارب میری بیتاب دعا کو قبول کر
مجھ کر مٹا مٹا کر فنا فی الرسول کر

تصوف اور طریقت میں فنا فی الشیخ کے بعد کے مقام کو فنا فی الرسول کہا جاتا ہے، ہماری نعتیہ شاعری میں خاص طور پر صاحب حال اور صاحب قال لوگوں کی شاعری میں اس طرح کے مضامین جا بجا ملتے ہیں، ایسے لوگوں کی شاعری پہ نقد و نظر کرنا، بحث کرنا یا ان پہ مضامین لکھنا ہم جیسے دنیا داروں کا کام نہیں ہے کہ جو ان مقامات سے شناسائی نہ ہوں وہ بھلا ان کا مقام و مرتبہ کیا جانیں، درویش کا اپنا ایک الگ جہان ہوتا ہے ہم اس کو ''جہانِ درویش'' سے دیکھ تو سکتے ہیں مگر جان نہیں سکتے

کہ ہم اس راہ کے مسافر نہیں ہیں۔عہد حاضر کی نعت حالانکہ اس عہد کو،اس صدی کو نعت کا عہد اور نعت کی صدی کہا جا رہا ہے، کہاں کس کے ہاں اس کا نعرہ لگتا ہوا سنائی دیتا ہے کہ ''مجھ کو مٹا مٹا کے فنافی الرسول کر'' یہ وہی کہہ سکتا ہے جس نے دنیاداری چھوڑ دی ہو اور کسی در پہ کسی کا ہو کر بیٹھ گیا ہو۔پھر جب مرشد کی لگائی الف اللہ کی بوٹی اندر مشک مچاتی ہے تو جیوے مرشد کامل باہو جیسے بول زبان سے نکلتے ہیں۔اہل نظر اپنے حلقے میں بیٹھے لوگوں کے حال پر نظر کرتے ہیں تو کچھ کو اگلے مقام پر سفر کیلئے ''زادِراہ'' دیتے ہیں وہ جو وارث شاہ نے کہا تھا کہ ''وارث شاہ شاگردتے چیلڑے نوں کوئی بھلی ہی مت سکھایئے جی'' تو بھلی مت کون سکھائے گا جس کے پاس علم ہوگا،نظر ہوگی، کہ اقبال نے بھی کہا تھا کہ ''تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں'' خوش قسمت تھے مولانا غلام حسین واصف کنجاہی کہ ان کو اہل حق،اہل نظر،اہل علم اور شریعت وطریقت کے رہبر ملے، آج اگر ''فنافی الرسول'' ہونے کی آواز نہیں آتی تو اس کی وجہ یہی ہے کہ اس عہد میں ساقی کے پیالے میں مئے نہیں رہی،سو خالی ہیں،وہ جو آئے اپنا صلہ لے گئے اور چلے گئے۔

مولانا غلام حسین واصف اپنی نعت میں لفظوں سے نہیں کھیلتے اور نہ ہی شعوری طور پر وہ اپنی نعتوں کو تراکیب ومحاورات اور اصطلاحات سے بنانے سنوارنے کی کوشش کرتے بلکہ ایک خیال کی رو میں وہ اپنے قاری کو بہائے لئے جاتے ہیں اور جہاں بات ختم کرتے ہیں،قاری اس بند کو پھر سے پڑھنے لگتا ہے کہ وہ اسی روانی میں ان کے خیال کے ساتھ چلا جاتا ہے مگر جب پھر سے غور سے پڑھتا ہے تو اسے کئی نئی چیزیں، نئے افکار اور الفاظ کا بہترین اتصال دکھائی دینے لگتا ہے، بقول ان کے وہ جب اپنے مرشد کے قدموں میں دوزانو بیٹھتے ہیں تو ان پہ افکار خیر کی بارش ہوتی ہے اور اس قول کا اثر دیکھیں کہ اس مردِ حق نے مرنے کے بعد بھی انہی قدموں میں اپنے لئے جگہ چاہی کہ ''بلھے شاہ اساں مرنا ناہیں گور پیا کوئی ہور'' سچائی کی خوشبو اور کردار کی خوشبو کا سفر کبھی نہیں رکتا اور وہ لوگ جنہوں نے اپنی مناجات میں دن رات ''کردار مصطفیٰ کو چلن کا اصول کر'' کی دعائیں مانگی ہوں،وہ کردار کیسے مریں گے اسی لئے تو وہ بڑے اعتماد اور یقین سے کہتے ہیں: گور پیا کوئی ہور، موصوف نے اپنی نعت میں بڑے سادہ سے انداز میں حکمت وعلم کو جو محبت وعقیدت کے معنی دیئے ہیں وہ آپ ہی کا حصہ ہیں کہ ہم ان کی وجدانی کیفیت بھی کہہ سکتے ہیں،ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ:'' جسے چاہتا ہے دانائی عطا فرما دیتا ہے اور جسے حکمت ودانائی عطا کی گئی اسے بہت بڑی بھلائی نصیب ہوگئی،اور صرف وہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں جو صاحب عقل ودانش ہیں۔'' (البقرۃ:۲۶۹)

اس حوالے سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے کہ'' **راس الحکمۃمخافتہ اللہ**'' حکمت وعلم کی بنیاد یہ ہے کہ بندہ اللہ سے ڈرے۔غلام حسین واصف کو اپنی نعتوں اور افکار کے

آئینے میں اگر دیکھیں تو وہ اپنی نعتوں کو بھی مناجات کے درجے تک لے جاتے ہیں اوران نعتیہ مناجات میں اسی خیر کثیر کی بات کوایک نئی فکر کے ساتھ کرتے ہیں نئی سے میری مراد ہماری نعتیہ روایت میں نئی ہے وگرنہ تصوف ومعرفت کی دنیامیں تو یہی ایک راستہ ہے،جس کاذکر آپ یوں کرتے ہیں:

یارب مجھے نواز یوں افکارِ خیر سے
روشن دل و دماغ کر انوارِ خیر سے
کرتا ہوں اب آغاز سخن کارِ خیر سے
اجدادِ پاک شاہ کے اذکارِ خیر سے
خیر کثیر جن سے دو عالم میں عام ہے
خیرالوریٰ حسینؓ کے نانا کا نام ہے

غلام حسین کے سائیوں نے اگراس کوواصف کا تخلص دیا تھا تو یہ ان کی باطنی نظر تھی کہ انہوں نے اس کشتہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر لگی آگ کو محسوس کر لیا تھا اور پھر اپنے اس مرید خاص کوعندلیب گلستان مدینہ کہہ کرواصف سلطان مدینہ کہہ کراسے ایک ایسی راہ پہ لگا دیا کہ جس کے راہی خود حضور سید نورالحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ تھے،حالانکہ بڑے بڑے ''پیروں فقیروں'' نے کئی درویشوں اور فقیروں کوکندن نہ ہونے دیا مگر جس دے نال میں نیوں لگایا اوہدے جیسی ہوئی، اگر ہیر را نجھا را نجھا کرتی را نجھا بن گئی تو میرا خیال ہے کہ اس میں جہاں پیر کی محبت تھی وہاں رانجھے کی نظر بھی کچھ کر رہی ہوگی، میں نے مضمون کے آغاز میں ''باجھ علم جو کرے فقیری کافر مرے دیوانہ ہو'' کی بات کی تھی واصف کے یہاں ایک لفظ سے بات کو پھیلانے کا جوعمل ہے وہ اس کے دنیاوی ودینی علم ظاہری وباطنی ہی کی وجہ سے ہے،اب اگرلوگ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ ہم موت کو بھی اس لئے مسکرا کرقبول کرتے ہیں کہ نبی کی سنت ہے اور آپ رحمت دوعالم بن کرآئے ہیں اس طرح ''آج کے دن ہم نے تمہارے لئے تمہارے دین کومکمل کردیا'' کی بات کوقرآنی علم سے آشنا صوفی ہی کرسکتا ہے ان حوالوں سے موصوف کے چند اشعار دیکھیں:

جس نے جگایا نیند کے ماروں کو خواب سے
بندوں کو کیا آشنا حق کی جناب سے
تکمیل دیں کی جس نے خدا کی کتاب سے
جس نے لٹائیں رحمتیں بخشش کے باب سے
جس نے بتائیں منزلیں موت و حیات کی
جس نے بشر پہ کھول دیں راہیں نجات کی

واصف کی نعت مولانا الطاف حسین حالی کی "مسدس مدو جزر اسلام" کی طرح رواں دواں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف پہلوؤں کو قاری کے ذہن وفکر جگاتی ہوئی، عام فہم اور سادہ سے الفاظ سے اسوۂ حسنہ کے پہلوؤں کو دکھاتی ہوئی روح میں اترتی چلی جاتی ہے، ان کے بیان میں ایک ترتیب اور مسلسل ہوتا ہے جو کہ ایک مکمل خیال کو ایک بند میں بیان کرتے ہیں، آپ کے ہاں ایمان شعور اور نور کی بات ایک لڑی میں یوں پرو کر بیان کی جاتی ہے کہ شعر پڑھتے ہوئے جہاں ترنم اور موسیقیت مزہ دیتی ہے وہاں فکری حوالے سے بھی بات قاری کو علم سے ہمکنار کر کے وجدانی کیفیت میں لے جا کر انھی نورانی لمحوں میں لے جاتی ہے جہاں اور جن لمحات سے واصف یہ شعر کشید کر کے لاتے ہیں:

جس نے کتاب زیست کے عنوان بدل دیئے
بدلا شعور، زندگی ارماں بدل دیئے
دنیائے ممکنات کے امکاں بدل دیئے
جس نے اک انقلاب سے انساں بدل دیئے
جہلا کو بہرہ وَر کیا دیں کے شعور سے
سینوں کو جگمگا دیا ایماں کے نور سے

در اقدس پہ حاضری اور در رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہ اپنے دکھوں کا استغاثہ پیش کرنا، درو دیوار اور کوچہ و بازار مدینے کے دیکھنا ہماری نعت کے بنیادی اور ہر عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کے کلیدی موضوع ہیں۔ گلزار مدینہ کے بلبل تو کوئی اور بات کہتے سنتے ہی نہیں۔ ان کی دنیا، جستجو اور مقصد زیست ہی مدینہ ہوا کرتا ہے۔ مولانا غلام حسین واصف کے ہاں بھی ایسے مضامین ہیں مگر ان میں ایک وقار اور بیان میں نسبت کا ٹھہراؤ دکھائی دیتا ہے وہ بات کو اس قرینے سے کرتے ہیں کہ جذبہ والفاظ ایک دوسرے کا ساتھ دے رہے ہوتے ہیں، خیال کی پیائی قاری کے دل میں گھر کر لیتی ہے، وہ جہاں مدینے سے پیار کرتے ہیں وہاں پیار سکھاتے بھی ہیں اور پیار کی دلیل بھی دیتے ہیں ان کی درج ذیل نعت اور ہو سکتا ہے اور نعتیں بھی نعت مسلسل ہوں کہ ان میں ایک ہی خیال کو ایک فکر اور جذبے کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے ایسی موضوعاتی نعتیں ایک معیار اور تکرار سے پاک خیالات کی حامل ہوتی ہیں موصوف کی یہ نعت فن اور فکر کے سارے تقاضوں کو نبھاتی ہوئی نعت ہے۔

میری دنیا میری سرکار مدینہ تیرا
تیرے بلبل کا ہے گلزار مدینہ تیرا
میں ترس جاتا ہوں جب دیکھنے والے دیکھوں
تیرے کوچے تیرے بازار مدینہ تیرا

تیرے مسکن سے محبت ہے محبت تیری
ہے تیرے پیار کا معیار مدینہ تیرا
جذبہ شوق زیارت کی ہے خواہش اتنی
دل میں بس جائے اے سرکار مدینہ تیرا

قرآن وحدیث کے نور سے روشنی لیتی ہوئی واصفؔ کی نعت میں اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ،آپ کی محبت اور عظمت وشان کے اعتبار سے جونورانی احکامات خداوندی ہیں ان کی تفسیری شان یہ ہے کہ اس آیت کے ایک لفظ سے اپنی نعت کوشعر کے قالب میں ڈھال کرنعت میں ایک نیارنگ پیدا کردیتے ہیں اور یہ سب اسی وقت ممکن ہوتا ہے جب کوئی اپنے دل سے اس نوری علم کواس نورگو...... جس کواطاعتِ خدااوراطاعت رسول کہا گیا ہے، پیر فضل گجراتی نے کہاتھا کہ:

دنیا دے رہبر بن نکلے اعرابی نخلستاناں دے
کتھے دیاں کھتے لے گئیاں آقا دیاں بندہ پروریاں

یہ بندہ پروری بھی ”دوجہاں کے مالک ومختارؐ نے جس کی چاہی آبروہونے لگی“ اور جودعاؤں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم اور کردار مصطفیٰ کواپنانے کی باتیں کرے اپنی نعت کوایسے خیالات سے آباد کرے وہ تو کہے:

جس کے کرم نے غمزدوں کوشاد کردیا
آیا جو بے مراد بامراد کر دیا
ہر دل خدا کی یاد سے آباد کر دیا
ہو کر رہا جو آپ نے ارشاد کر دیا
مَایَنۡطِقُ کی اس طرح تفسیر ہو گئی
نکلی زبان سے بات جو تقدیر ہو گئی

مولاناغلام حسین واصف کنجاہی، کنجاہ کی علمی روایت کے امین تو تھے ہی مگر جب انہوں نے حضرت کیلیانوالہ شریف کے روحانی رنگ کواپنی نعت میں ملاکر اپنے مرشد سے جوواصفؔ کاتخلص حاصل کیاتو یہ ان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق تھا جس کوموصوف کے سائیوں نے ہی پروان چڑھایا تھااس عشق کی عطاان کی نعت ہے جوکہ ”جہان درویش“ کی صورت میں آج بھی نعت لکھنے والوں کواپنی طرف بلاتی ہے اور نعت لکھنے کے انداز سکھاتی ہے، کیونکہ:

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی

کلامِ واصفؒ پر قرآن وسنت کے اثرات

محمد عبدالغفار نوری
مدیر: ماہنامہ النور و نورِ نعت

حضرت غلام حسین واصفؔ کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام دین اسلام ہی کا آئینہ دار ہے۔ایک اسلامی اور متبع شریعت شاعر ہونے کی حیثیت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وسنت سے گراں قدر حصہ وصول کیا۔چونکہ ایک نیک، پرہیزگار اور دین دار آدمی ہونے کے ساتھ ساتھ اہل اللہ کی بارگاہ میں بھی ہمہ وقت حاضر خدمت رہنے کے شرف سے مشرف رہے، اسی نسبت کاملہ سے وابستہ رہتے ہوئے انہوں نے اپنے اس فن کو تبلیغ ہی کا ایک ذریعہ سمجھا۔جیسا کہ خود لکھتے ہیں:

ہر عمل دین کے سانچے میں ڈھلا ہو اپنا
زندگی ہو وقفِ اسلام خدا خیر کرے

کلام واصفؔ میں قرآن مجید اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ جابجا ملتا ہے، جس کے چند نمونے پیش کئے جائیں گے۔

بنیادی طور پر حضرت واصف رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وسنت کو دو طرح اپنے کلام میں پیش کیا:

اولاً: بطور اقتباس

ثانیاً: بطور تلمیح

اگر چہ بلاغت کی رو سے ان دونوں اصطلاحات میں فرق موجود ہے جس کی رو سے:

اقتباس: اقتباس یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام میں قرآن کریم یا حدیث شریف کا کوئی جز لائے مگر اس کا مقصد قرآن یا حدیث کے اس حصے کو پیش کرنا نہ ہو بلکہ یہ محض کلام میں (لفظی یا معنوی) عمدگی اور حسن پیدا کرنے کیلئے ہو۔

تلمیح: تلمیح یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام میں کسی آیت، حدیث، مشہور شعر اور کہاوت کی طرف اشارہ کرے مگر آیت وحدیث وغیرہ کی صراحت نہ کرے۔

لیکن ہم مضمون میں اختصار کے پیش نظر دونوں صورتوں کو ایک ہی عنوان کے تحت پیش

کریں گے۔

قرآن کریم کے اثرات:

کہاں صاحبِ قاب قوسین پہنچے
بنا عرش ان کی منازل کا زینہ

قوسین میں تو فاصلہ کچھ بالیقیں ہوا
اللہ سے حبیبؐ "او ادنیٰ" قریں ہوا

قرآن پاک میں ہے:

"ثم دنافتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ فاوحیٰ الی عبدہ مآاوحیٰ"(۱)

ترجمہ:"پھررب جباران کے قریب آیا پھر مزید اتر آیا حتی کہ دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا یااس سے بھی کم، تو رب نے اپنے بندے کی طرف وحی فرمائی جو فرمائی۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ آپ کو (ساتوں آسمانوں سے) بلند لے گیا اتنا بلند کہ اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا حتی کہ سدرۃ المنتہیٰ آ گیا اور رب جبار قریب آ گیا پھر مزید اتر آیا حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو کمانوں یا اس سے کم تر فاصلہ رہ گیا۔ پھر اللہ نے وحی فرمائی جو یہ تھی کہ ہر دن رات میں آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض ہیں۔(۲)

ماینطق کی اس طرح تفسیر ہو گئی
نکلی زباں سے بات جو تقدیر ہو گئی

جس کے دہن میں بولتی نطق قرآن ہو
جس کی زبانِ پاک خدا کی زبان ہو

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:"وماینطق عن الھویٰ ان ھوالاوحی یوحی"(۳)

ترجمہ:"اور وہ خواہش نفس سے نہیں بولتے، وہ تو وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔"

تکمیل دیں کی جس نے خدا کی کتاب سے
جس نے لٹائیں رحمتیں بخشش کے باب سے

قرآن پاک میں ہے:"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا"(۴)

ترجمہ:"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے

لئے دین اسلام کو پسند فرمالیا۔"

مختار ہے وہ منصبِ فضلِ کبیر سے
صد حسنِ امتزاج بشیر و نذیر سے
دھویا جہالتوں کو جہاں سے ضمیر سے
پائی ضیا دلوں نے سراجِ منیر سے
پھوٹے تاریکیوں سے اُجالے نوید کے
گونجے فضائے کفر میں نغمے توحید کے

قرآن پاک میں رب تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم صفات کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"یایھاالنبی انآارسلنک شاھداومبشراونذیروداعیاالی اللہ باذنہ وسراجا منیرا وبشرالمؤمنین بان لھم من اللہ فضلاکبیرا"(۵)

ترجمہ:"اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو گواہ اور بشارت سنانے اور ڈرانے والا اور اللہ کی طرف سے اللہ کے حکم سے بلانے والا اور چمکانے والا آفتاب بنا کر بھیجا ہے اور آپ مومنوں کو بشارت دیدیں کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔"

خدا نے خود کیا اُن کو ہمارے حال کا شاہد
ہماری زندگی کے نامۂ اعمال کا شاہد

"انا ارسلنک شاھدا" سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضروناظر ہونا ثابت ہوتا ہے، اب آپ کس چیز پر حاضروناظر ہیں؟ تو اس حوالے سے امام محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:"ای **شاھداعلی من بعثت الیھم تراقب احوالھم وتشاھداعمالھم**"(۶) یعنی جن لوگوں کی طرف آپ مبعوث کئے گئے ان پر آپ حاضر ہیں ان کے احوال کی نگرانی اور ان کے اعمال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔علامہ بیضاوی فرماتے ہیں:"**شاھداعلی من بعثت الیھم بتصدیقھم وتکذیبھم ونجاتھم وضلالھم**"یعنی جن لوگوں کی طرف آپ مبعوث ہوئے آپ ان کی تصدیق، تکذیب، نجات اور گمراہی پر گواہ ہیں۔(۷)

پھر بدر کی سی بھیج فرشتوں کی نصرتیں
پھر آج تو رحمت باری کا نزول کر

قرآن پاک میں ہے:"**ولقدنصرکم اللہ ببدروانتم اذلۃ،فاتقوااللہ لعلکم تشکرون،اذتقول للمؤمنین الن یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلثۃالاف من الملئکۃ منزلین بلی ان تصبرواوتتقواویأتوکم من فورھم ھذایمددکم ربکم بخمسۃالاف**

من الملئکۃمسومین"(۸)
ترجمہ:"اور تحقیق اللہ نے بدر میں تمہاری مدد فرمائی جبکہ تم نہتے تھے تو اللہ سے ڈرو تا کہ تم شکر کرو، یاد کریں اے محبوب! جب آپ مؤمنوں سے فرماتے تھے، کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری امداد کرے تین ہزار نازل کردہ فرشتوں کے ساتھ، کیوں نہیں اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرو اور کفار تم پر تیزی سے حملہ کردیں تو تمہارا رب تمہاری مدد فرمائے گا پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ جو نشان والے ہیں۔"

جس کو خدا نے علم سے اعلم بنا دیا
کچھ نہ پڑھا تھا جو اسے سب کچھ پڑھا دیا
سیکھا نہ کچھ کسی سے خدا نے سیکھا دیا
اقرأ پڑھا دیا کبھی اوحی بتا دیا
اللہ کے تلمیذ میں ممکن ہے عیب کیا
جو عالم العلوم ہو پھر اس کو غیب کیا

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
۱۔ "وعلمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما"(۹)
ترجمہ:"اور جو کچھ آپ نہ جانتے تھے وہ آپ کو بتا دیا اور آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔"
تفسیر خازن میں درج بالا آیت کے تحت مذکور ہے: اللہ نے آپ کو احکام شرع، امور دین، مخفی امور، دلوں کے چھپے رازوں اور منافقین کے احوال سے آگاہ فرمایا۔(۱۰) امام جریر طبری فرماتے ہیں: وعلمک مالم تکن تعلم من خبر الاولین و الاخرین یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام پہلوں اور پچھلوں کی خبریں عطا فرمادیں۔(۱۱)
۲۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:"اقرأ باسم ربک الذی خلق"(۱۲)"اے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے (ہر چیز) پیدا کیا۔"

قرآن جس کی شان میں مدحت سرا ہوا
کہنے سے جس کو "راعنا" اللہ خفا ہوا
جس کے حضور بولنا اونچا خطا ہوا
اپنے سا اس کو جاننا کیسے روا ہوا
لازم ادب ہے شانِ رسالت پناہ میں
قدسی بھی دم بخود ہیں جس بارگاہ میں

۱۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:"یایھاالذین آمنو الاتقولوا راعنا و قولوا

انظرنا واسمعوا وللکفرین عذاب الیم"(۱۳)

ترجمہ:''اے ایمان والو!(نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) راعنا نہ کہو اور انظرنا کہو، اور(آپ کی بات پہلے ہی غور سے) سنا کرو اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔''

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات سمجھ نہ آتی تو وہ عرض کرتے **راعنایارسول اللہ** یعنی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہماری رعایت فرمائیں۔ یعنی یہ بات ہمیں پھر سمجھا دیں۔ یہود کی زبان میں لفظ راعنا ایک گالی کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ جب انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے یہ لفظ استعمال کرتے دیکھا تو وہ اس لفظ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بطور گالی اور گستاخی بولنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے لگے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اہل ایمان سے فرمایا تم یہ لفظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بولنا چھوڑ دو، اور اس کی بجائے انظرنا کہا کرو جس کا معنی ہے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف نظر کرم فرمائیں اور آپ کی بات پہلے ہی سے غور سے سنا کرو تا کہ بار بار پوچھنے اور انظرنا کہنے کی نوبت نہ آئے اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔ یعنی ان لوگوں کیلئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہود کی طرح بے ادبی کا ارتکاب کرتے ہیں اللہ کے ہاں ان کیلئے عظیم عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

۲۔ **"یایھاالذین امنوالاترفعوااصواتکم فوق صوت النبی ولاتجھروالہ بالقول کجھربعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون"(۱۴)**

ترجمہ:''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز پرمت بلند کرو اور آپ سے یوں بلند آواز میں بات نہ کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، ورنہ تمہارے اعمال ضبط ہو جائیں گے اور تمہیں شعور بھی نہ ہوگا۔''

جس کا عمل، عمل ہے خدائے جلیل کا
میزان ''مارمیت'' ہے حق کی دلیل کا

قرآن پاک میں ہے:**"ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی"(۱۵)**

ترجمہ:''اور جب آپ نے کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ آپ نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔''

حق نے جسے رسول انس و جان کر دیا
مبعوث کر کے خلق پہ احسان کر دیا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"لقدمن اللہ علی المؤمنین اذبعث فیھم رسولا من انفسھم......الایۃ"(۱۶)

ترجمہ: ''تحقیق اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا کیونکہ اس نے ان میں عظمت والا رسول بھیجا جو انہی میں سے ہے ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے انہیں (برائیوں سے) پاک کرتا ہے اور انہیں قرآن وحدیث کی تعلیم دیتا ہے بے شک وہ اس سے قبل کھلی گمراہی میں تھے۔''

رحمۃ للعالمینؐ جب آ گئے
رحمت حق چار سو ہونے لگی

ارشاد خداوندی ہے:''وماارسلنک الا رحمۃللعلمین''(۱۷)

ترجمہ:''اور اے پیارے محبوب! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

اسی کیلئے انبیاء نے دعا کی
اسی کی رضا ہو گی مرضی خدا کی

قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا مذکور ہے:''ربناوابعث فیھم رسولا منھم یتلواعلیھم ایتک ویعلمھم الکتب......الایۃ''(۱۸)

ترجمہ:''اے ہمارے پروردگار! ان میں وہ عظیم الشان رسول مبعوث فرما جو انہی میں سے ہو گا ان پر تیری آیات پڑھے گا اور انہیں کتاب اور دانائی سکھائے گا اور انہیں پاک کرے گا بے شک تو ہی غالب اور حکمت والا ہے۔''

مکمل ہوئی اس پہ نعمت خدا کی
ہے لایا سند خاتم الانبیاء کی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''ماکان محمدابآاحدمن رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین وکان اللہ بکل شیء علیما''(۱۹)

ترجمہ:''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء میں سے آخری نبی ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔''

اک کیف برسنے لگتا ہے اک مستی سی چھا جاتی ہے
مازاغ نظر سے وہ اپنی جس سمت اشارا کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:''مازاغ البصروماطغی''(۲۰)

ترجمہ:''(اللہ کا جلوہ دیکھ کر) ان کی نظر نہ بہکی اور نہ حد ادب سے بڑھی۔''

چھا گیا آفاق پہ خلق عظیم
خوئے بد خود نیک خو ہونے لگی

فرمان خداوندی ہے:''وانک لعلی خلق عظیم''(۲۱)

ترجمہ:''اور بیشک آپ عظیم خلق کے مالک ہیں۔''

دینِ فطرت کا ہے آئین صدیق اکبرؓ
چہرۂ ملت کی تزئین صدیق اکبرؓ
ثانی اِثنینؓ کہا جس کو خدا نے واصف
ہے وہ محبوب شہِ دین صدیق اکبرؓ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''الاتنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا''(۲۲)

ترجمہ:''اگر تم رسول کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ نے اس وقت ان کی مدد کی جب انہیں کفار نے (مکہ سے) نکلنے پر مجبور کیا وہ دو میں سے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے صحابی (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے کہہ رہے تھے ڈرو نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

تطہیر کی گواہی قرآں کی خود زباں سے
آل نبی سی کس کی ہے شانِ پاک بازی

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا''(۲۳)

''اے محبوب کے گھر والو! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم کو اچھی طرح پاک کر دے۔''

الٰہی کر شریکِ زمرۂ لایحزنون مجھ کو
میرے دل کو بھی کر دے محرمِ اسرار درویشی

''الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون''(۲۴)

''یاد رکھو جو اللہ کے دوست ہیں ان پر نہ (دنیا میں) کوئی خوف ہے اور نہ وہ (آخرت میں) غمزدہ ہوں گے۔''

جتنا بھی کریں شکر میرے قلب وزباں اور
ہوتا ہے فزوں لطفِ خداوندِ جہاں اور

''لئن شکرتم لازیدنکم''(۲۵)

میرے بھی دل سے مٹا ڈالے وہ فرزندِ خلیل
ہوسِ نفس کے اصنام خدا خیر کرے

ارشاد خداوندی ہے:''وتاللہ لاکیدن اصناکم بعدان تولوامدبرین فجعلھم جذاذاالاکبیرالھم لعلھم الیہ یرجعون''(۲۶)

ترجمہ:''اور اللہ کی قسم! میں تمہارے پلٹ کر جانے کے بعد تمہارے بتوں کے خلاف

ضرور تدبیر کروں گا۔تو آپ نے ان کے ٹکڑے کر دیئے،سوا ان کے بڑے بت کے،تا کہ وہ اس کی طرف پلٹیں۔"

ٹھوکریں کھاتی ہوئی انسانیت کے دستگیر
بے نوا انسان کا ماویٰ تیرے قدموں میں ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:"**ولوانهم اذظلموا انفسهم جاء وک فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما**"(۲۷)

ترجمہ:"اور اگر ایسا ہوتا کہ جب لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر لیتے تو اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے پاس آجاتے پھر اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کیلئے شفاعت کرتے تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔"

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اثرات:

پیدا خدا نے جس کو کیا اپنے نور سے
نبیوں نے دیں بشارتیں پہلے ظہور سے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بتائیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز بنائی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"**یاجابر ان الله تعالیٰ خلق قبل الاشياء نورنبيک من نوره**......الخ" اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔آگے فرمایا کہ پھر اس نور کے کئی حصے کئے اور ان سے زمین وآسمان اور عرش وکرسی سب کچھ بنایا۔(۲۸)

ایک اور حدیث ان الفاظ کے ساتھ ہے:

"**اول ماخلق الله نوری**"(۲۹)

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

مذکورہ شعر کے دوسرے مصرعہ میں درج ذیل تلمیح موجود ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"**انادعوة ابی ابراهيم وبشارة عيسیٰ ورؤيا امی التی رأت حين وضعتنی وقدخرج لهانوراضاء لهامنه قصورالشام**"(۳۰)

"میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کو دکھایا جانے والا وہ منظر ہوں جو انہوں نے (میری ولادت) کے وقت دیکھا،ان کے لئے ایسا نور ظاہر ہوا جس میں انہوں نے شام کے محلات دیکھ لیے۔"

اللہ کے ہر انعام و عطا کا قسیم ہے

فضلِ خدا ہے فضل خدا کا قسیم ہے

نہ عطائے حق کی حد ہے نہ سخائے مصطفیٰ کی
مختار کل ہیں مولا دیں جس کو جتنا چاہیں

۱۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"اناقاسم و الله یعطی" (۳۱)
"میں تقسیم فرماتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے عطا کرتا ہے۔"

۲۔ "اوتیت مفاتیح خزائن الارض" (۳۲)
"مجھے تمام خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔"

انبیاء کی جس کو امامت عطا ہوئی
سب امتوں کی جس کو شفاعت عطا ہوئی

مسجد اقصیٰ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت فرمائی اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو نماز پڑھائی جیسا کہ مسلم شریف کی ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"فحانت الصلوٰة فاممتهم" (۳۳)
پس نماز کا وقت آیا تو میں نے ان (انبیاء کرام) کو نماز پڑھائی۔

کون وہ آیا شفاعت کے لئے
عاصیوں کی جستجو ہونے لگی
دو جہاں کے مالک و مختار نے
جس کی چاہی آبرو ہونے لگی

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز دیکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رکھے گا۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھاؤ، مانگو ملے گا، شفاعت کرو، قبول ہوگی۔ پھر میں اپنے رب کی وہ حمد کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھے اس وقت تعلیم دے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا پھر میرے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی پھر میں گنہگاروں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دوں گا۔ پھر میں دوبارہ سجدہ کروں گا اور پھر شفاعت کرونگا (تین یا چار بار) حتیٰ کہ صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کو قرآن نے روک لیا ہے۔ (۳۴)

مگر اب عبادت خدا ہی کی ہو گی
نبوت سدا مصطفیٰ ہی کی ہوگی

"عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:انه سيكون فى امتى كذابون ثلثون كلهم يزعم انه نبى و انا خاتم النبيين لانبى بعدى"(۳۵)

ترجمہ:"حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں تیس کذاب پیدا ہوں گے، ان میں سے ہر کوئی یہ سمجھے گا کہ وہ نبی ہے جبکہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں۔"

ہزاروں برس کی بلندی و دوری
جہاں جا سکے گا نہ جبریل نوری

کردیا ثابت جہاں پہ یہ تیری معراج نے
فرش سے تا عرش ہراک جا تیرے قدموں میں ہے

مذکورہ بالا دونوں شعروں میں واقعہ معراج کی طرف اشارہ ہے۔

اشارے سے فلک پر چاند کو وہ توڑ سکتے ہیں
انہیں قدرت ہے، سورج ڈوبتے کو موڑ سکتے ہیں

اس شعر میں دو معجزوں کا بیان ہوا۔ پہلے مصرعہ میں درج ذیل تلمیح ہے:

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشرکین مکہ جمع ہوئے اور کہا: اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں تو ہمیں چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم ایزدی اشارہ کیا اور چاند کا ایک ٹکڑا جبلِ ابوقبیس پر اور دوسرا ٹکڑا جبل قعیقعان پر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم گواہ رہو۔(۳۶)

جبکہ دوسرے مصرعہ میں اس مشہور معجزہ کی طرف اشارہ ہے:

"عن اسمآء بنت عميس ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يوحىٰ اليه وراسه فى حجرعلى فلم يصل العصرحتى غربت الشمس فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اصليت ياعلى قال لافقال اللهم انه كان فى طاعتک وطاعة رسولک فارددعليه الشمس قالت اسمآء فرايتهاغربت ثم رايتهاطلعت بعدماغربت ووقفت على الجبال والارض وذالک بالصهباء فى خيبر."(۳۷)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سر مبارک رکھ کر آرام فرما رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ سورج غروب ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابھی عصر کی نماز نہ پڑھی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! کیا ابھی نماز نہیں پڑھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

نہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: یااللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا، لہٰذا سورج کو واپس لوٹا دے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ میں نے سورج کو دیکھا کہ وہ غروب ہو جانے کے بعد واپس لوٹ آیا اور خیبر میں مقام صہبا پر یہ واقع ہوا۔

بہاتے انگلیوں سے آبِ شریں کے ہیں دھارے بھی
انہی کے حکم سے پڑھتے ہیں کلمہ سنگ پارے بھی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس حال میں کہ عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا لوگوں نے وضو کے لئے پانی تلاش کیا اور انہیں پانی نہ ملا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ پانی لایا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن میں اپنا دست مبارک رکھ دیا۔ اور لوگوں کو اس پانی سے وضو کرنے کا حکم دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا پانی آپ کی انگلیوں کے نیچے سے پھوٹ رہا تھا اور شروع سے آخر تک تمام لوگوں نے وضو کر لیا۔ (۳۸)

تم ہو وجہِ خلقت دو جہاں، تم نہ ہو تو کچھ بھی نہ ہو یہاں
تم ہی ابتدا کی ہو انتہا، تم ہی انتہا کا آغاز ہو

حضرت جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا:
"یامحمدلولاک ماخلقت الجنةولولاک ماخلقت النار"وقال الله لآدم:"لالوه ماخلقتک"(۳۹)

ترجمہ: "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا: اگر وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔"

جس کی رضا خدا کی رضا کی دلیل ہے
جس کی دعا قبول دعا کی دلیل ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: **"والله ماارى ربک الايسارع فى هواک"(۴۰)**

"اللہ کی قسم! میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کو جلد قبول کرتا ہے۔"

حیران منطقی ہیں لاجواب فلسفی
ایسا ہے کچھ کلام لاجواب نورؒ کا

محمد مصطفیٰؐ کا شرف یہ ختم نبوت کا

تتمہ ہے حبیب رب عالم کی فضیلت کا

"عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم فضلت علی الانبياء بست:اعطيت جوامع الكلم ونصرت بالرعب واحلت لی المغانم وجعلت لی الارض طهوراومسجداوارسلت الی الخلق كآفةوختم بی النبيون"(۴۱)

ترجمہ:"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چھ وجوہ سے دیگر انبیاء کرام پر فضیلت دی گئی ہے، مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے، میرا رعب طاری کر کے مدد کی گئی۔ میرے لئے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا گیا، میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنے والی اور نماز کی جگہ بنادی گئی۔ مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا اور مجھ پر نبوت ختم کردی گئی۔"

پھولوں کی اس پہ کیں تیری بخشش نے بارشیں
کانٹے بچھائے جس نے تیری راہ گزار میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں کیلئے بددعا کیجئے فرمایا: مجھے لعنت گر بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا۔(۴۲)

نگاہ اکسیر ہے دل کیلئے مردانِ کامل کی
نظر ڈالیں یہ جس ذرے پہ مہر ضوفشاں کر دیں

"رب اشعث مدفوع بالابواب لواقسم علی الله لابره"(۴۳)

ترجمہ:"بہت سے (دکھائی دینے والے) پریشان حال، موئے غبار آلودہ، دروازوں پر سے دھکیلے ہوئے۔ اگر خدا کے اعتماد پر کسی بات کی قسم کھا بیٹھیں تو خدا ان کی قسم کو سچا کر دے۔"

لینے دو مزے عشق محمدؐ کی اسیری کے
رہنے دو مجھے پابہ زنجیر مدینے میں

مقدر ہو یا رب دو عالم میں مجھ کو
پناہِ دو عالم پناہِ مدینہ

"عن ابن عمرعن النبی من استطاع ان يموت بالمدينةفليمت فانی اشفع لمن يموت بها"(۴۴)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو آدمی مدینہ منورہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہے وہ مدینہ منورہ میں مرے، میں اس کی شفاعت کروں گا۔"

تھامے ہوئے ہے تیرا کرم پُل صراط پر
تیری طرف نگاہ کئے جا رہا ہوں میں

حضرت ابوہریرہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**نبیکم قائم علی الصراط یقول رب سلم رب سلم**" (۴۵)

ترجمہ: "اور تمہارا نبی پل صراط پہ کھڑا ہوگا اور کہے: اے اللہ (میری امت کو) سلامتی سے گزار، اے اللہ! سلامتی سے گزار۔"

ہیں بام و در پسینہ کی خوشبو سے مشک یاب
مہکی رہے گی یوں ہی جاوداں تیری گلی

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: "**لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمرفی طریق فیتبعہ احدالاعرف انہ سلکہ من طیبہ**" (۴۶)

ترجمہ: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس راستے سے بھی گزر جاتے تو بعد میں آنے والا شخص خوشبو سے محسوس کر لیتا کہ ادھر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر رہوا ہے۔"

نبی نے زندگی میں نیابت سونپ دی اس کو
نمازِ باجماعت کی امامت سونپ دی اس کو

"عن ابی موسی رضی اللہ عنہ قال قال مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاشتدمرضہ فقال مروااابابکرفلیصل بالناس......فصلی بالناس فی حیاۃالنبی صلی اللہ علیہ وسلم" (۴۷)

ترجمہ: "حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے پس آپ کا مرض زیادہ ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں......پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں نمازیں پڑھائیں۔"

کہا دے کے نبی نے خود ہر اک انسان کا بدلہ
خدا ابوبکر کا دے گا خود ہر احسان کا بدلہ

"عن ابی ھریرۃرضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: مالاحد عندنایدالاوقد کافیناہ ماخلاابابکرفان لہ عندنایدایکافئہ اللہ بھایوم القیامۃ وما نفعنی مال احدقط مانفعنی مال ابی بکر" (۴۸)

ترجمہ: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ ہم نے نہ دے دیا ہو مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ، کہ ان کا جو احسان ہمارے ذمہ ہے اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دے

گا اور کبھی کسی کے مال نے وہ نفع مجھ کو نہیں دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا۔"

پاسبان دین وحرمین فاروقِ اعظم
ہے خدا کا لطفِ دارین فاروقِ اعظم
مانگ کر حق سے لیا آپ نبی نے واصف
ہے مرادِ شہِ کونین فاروقِ اعظم

"عن ابن عمران رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: اللهم اعز الاسلام باحب هذین الرجلین الیک بعمربن الخطاب او ابی جهل ابن هشام"(۴۹)

ترجمہ: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! عمر بن خطاب اور ابوجہل ابن ہشام دونوں میں سے جو شخص تجھے زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا فرما۔"

جس طرف حق کے پیغمبر کا عمرؓ آتا ہے
واں نہ ابلیس نہ ابلیس کا شر آتا ہے
اہلِ باطل کس طرح اس سے ڈریں نہ واصف
ظلِ فاروق سے شیطان کو ڈر آتا ہے

شیخین نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "والذی نفسی بیده مالقیک الشیطان سالکا فجاقط الاسلک فجا غیر فجک"(۵۰)

یعنی قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ شیطان اس راستے پر کبھی نہیں چلے گا جس پر تو چل رہا ہے بلکہ دوسرے رستے کو اختیار کرے گا۔

دل عشق سے سرشار ہے عثمان غنیؓ کا
ہر اک عمل ایثار ہے عثمان غنیؓ کا
محبوب خدا کو ہے حیا جس کی حیا سے
وہ نام حیا دار ہے عثمان غنیؓ کا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں لیٹے ہوئے تھے، اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں رانیں یا دونوں پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں، حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے اجازت طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی، درآں حالیکہ آپ اسی طرح لیٹے رہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باتیں کرتے رہے، پھر حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اجازت طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے

دی، درآں حالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح لیٹے رہے، اور باتیں کرتے رہے، پھر حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے اجازت طلب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لیے، (راوی کہتے ہیں کہ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ ایک دن کا واقعہ ہے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آکر باتیں کرتے رہے۔ جب وہ سب چلے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حضرت ابوبکر آئے تو آپ نے ان کا کچھ خیال نہیں کیا، اور نہ ان کی کوئی پرواہ کی، حضرت عمر آئے تو آپ نے ان کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی اور جب حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) آئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ نے اپنے کپڑے درست کر لئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الا استحیی من رجل تستحی منه الملئکة"

میں اس شخص سے کیسے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔(۵۱)

گردوں کی ولایت کا آفتاب ہے علیؓ
شہرِ علوم مصطفیؐ کا باب ہے علیؓ
جس کی نہیں نظیر شجاعانِ جہاں میں
واصف وہ حق کا شیر بوتراب ہے علی

"انامدینة العلم وعلی بابها"(۵۲)

"میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔"

ہے کاروبارِ زیست کا اک سانس پر مدار
اے بوالہوس تو اتنی امید نہ طول کر

"نضرعوامن هموم الدنیاما استطعتم"(۵۳)

"دنیا کے رنج وغم سے جس قدر ممکن ہو فارغ ہو جاؤ۔"

میں اپنے ہر عمل کا جائزہ لوں محتسب بن کر
ضمیر نفس خود اپنے نفس کا نکتہ چیں کر لوں

"عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم: کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته"(۵۴)

ترجمہ: "تم میں سے ہر کوئی حاکم ہے اور اس سے اسکی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

☆☆☆

حوالہ جات:

۱۔ النجم:۹۔۱۰
۲۔ صحیح بخاری کتاب التوحید، رقم الحدیث:۷۵۱۷
۳۔ النجم:۳۔۴
۴۔ المائدہ:۳
۵۔ الاحزاب:۴۵۔۴۷
۶۔ روح المعانی ج۲۲ص۴۵
۷۔ تفسیر بیضاوی
۸۔ آل عمران:۱۲۳۔۱۲۵
۹۔ النساء:۱۱۳
۱۰۔ تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۵۹۶
۱۱۔ تفسیر ابن جریر طبری ج۴ص۲۷۵
۱۲۔ العلق:۱
۱۳۔ البقرہ:۱۰۴
۱۴۔ الحجرات:۲
۱۵۔ الانفال:۱۷
۱۶۔ آل عمران:۱۶۴
۱۷۔ الانبیاء:۱۰۷
۱۸۔ البقرۃ:۱۲۹
۱۹۔ الاحزاب:۴۰
۲۰۔ النجم:۱۷
۲۱۔ القلم:۴
۲۲۔ التوبۃ:۴۰
۲۳۔ الاحزاب:۳۳
۲۴۔ یونس:۶۲
۲۵۔ ابراہیم:۷
۲۶۔ الانبیاء:۵۷۔۵۸

۲۷۔ النساء:۶۴
۲۸۔ مصنف عبدالرزاق، کتاب الایمان باب تخلیق نورِ محمدی رقم الحدیث:۱۸
۲۹۔ مسند احمد: ج۵ص ۲۳۷، حدیث ۲۲۴۷۱ بیروت
۳۰۔ مسند احمد ج۴ص ۱۲۷
۳۱۔ بخاری جلد اول صفحہ ۷۴، رقم الحدیث: ۷۲، صحیح مسلم: ۱۰۳۷
۳۲۔ صحیح بخاری، ج۲ص ۱۰۸۰
۳۳۔ صحیح مسلم ج۱ص ۹۶
۳۴۔ صحیح بخاری ج۲ص ۹۷۱
۳۵۔ ابوداؤد، ج۲ص ۲۳۴
۳۶۔ ابونعیم
۳۷۔ رواہ الطحاوی فی مشکل الآثار، شفاء ج۱ص ۲۸۴، نسیم الریاض ج۳ص ۱۱
۳۸۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۵۸۲۵
۳۹۔ کشف الخفاء ومزیل الالباس، ج۱ص ۴۵۔ تاریخ طبری: ج۱ص ۱۶۰
۴۰۔ صحیح مسلم: ج۱ص ۴۷۳
۴۱۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۰۶۹
۴۲۔ صحیح مسلم: ج۲ص ۳۲۳
۴۳۔ الترغیب والترہیب: ج۴ص ۱۵۲
۴۴۔ سنن ابن ماجہ، مسند احمد ج۲ص ۷۴۰
۴۵۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۹۵
۴۶۔ بخاری، شفاء ص ۵۱
۴۷۔ صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۷۸
۴۸۔ جامع ترمذی، ج۲ص ۶۸۵
۴۹۔ جامع ترمذی ج۲ص ۶۸۷
۵۰۔ بحوالہ الصوعق المحرقہ ص ۲۵۲
۵۱۔ صحیح مسلم: رقم الحدیث: ۶۰۸۷
۵۲۔ طبرانی الاوسط، حاکم، ترمذی وغیرہ
۵۳۔ مسند احمد: ج۱ص ۴۴۷
۵۴۔ بخاری و مسلم

واصفِ سلطانِ مدینہ
حضرت واصف کنجاہیؒ کی نعت گوئی

میاں ضمیر احمد وسیر
خادم: ایوانِ دائم الحضوری، راگھو شریف

سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم، سلطان ہر عالم ہیں، سلطان جن وانسان ہیں، رحمتِ عالمیان ہیں۔ ان کی حکومت وسلطنت ہر این وآں پر ہے، فرش وعرش، ملک وجن اور انسان غرض کائنات کا ہر ایک ذرہ اُن کی ملک میں ہے، غرض جہاں جہاں کبریائی ہے وہاں وہاں مصطفائی ہے۔ بقول اعلیٰ حضرت امام نعت گویاں، کشتۂ عشق رسول مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

ایمان کا دائرہ نقشہ صورت اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے۔ کہ بندہ ناچیز اس جان کائنات جانِ رحمت کانِ جودوسخا مرکز نبوت ومحبت صلی اللہ علیہ وسلم پر یوں فدا ہو جائے کہ باقی کچھ نہ بچے۔ سب کچھ فدا کر دیا جائے۔ اور انہیں دھیان میں یوں رکھا جائے کہ ان کے سوا کچھ یاد نہ رہ جائے۔ ایقان اور عرفان کی منازل کیا ہوں گی یہ کسی صاحب فقر ورضا سے پوچھنے کی بات ہے یہ کسی صاحب نظر اور صاحبِ دل کی مجلس پاک میں بیٹھنے سے ملیں گی۔ اور اگر ایسی صورت پیدا ہو جائے تو پھر ایمان و عرفان کی منازل طے کرتا ہے اور بندہ فنا فی الرسول کی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ جہاں ہر لحہ عاجزی وانکساری کا پیکر بن کر یہی عرض کرتا رہتا ہے کہ:

تیری معراج کہ تو لوح وقلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

شہنشاہِ وفا جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ راہِ عشق ومحبت کے قافلہ کے سالار ہیں۔ ان کا عشق رسول مثالی اور لافانی اور ابدی ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ انہی کی راہوں کا امین اور راز دار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طریق نقشبندیہ میں بہت عظیم عشاق رسول پیدا ہوئے۔ جنہوں نے ذکرِ رسول، مدحِ رسول، نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑے بڑے انمول، شاہکار شاہ پارے صفحۂ قرطاس پر نقش کئے

اور یادگار چھوڑے ہیں۔ اکیلے مولانا عبدالرحمن جامی کا نام نامی اسمِ گرامی ہی اس سلسلے میں بھاری اور نعت رسول، عشقِ رسول کا صدقہ جاری اور مینارہ نوراور دلوں کا سرور ہے۔ الغرض سلسلہ نقشبندیہ میں جوفنائیت درجہ کمال کو پہنچی نظر آتی ہے اپنی مثال آپ ہے۔ بقول جامی:

ز مہجوری بر آمدِ جانِ عالم
ترحم یانبی اللہ ترحم

اور

فدائے نقشِ نعلیت کنم جان یارسول اللہ

یہ دربارعالیہ نقشبندیہ صدیقیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کا جاں فزا نظارہ ہے۔ بانی خانقاہ حضور قبلہ اعلیٰ حضرت سرکارِ کیلانی سیدنورالحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بذاتِ خود جلوہ گر ہیں اور معرفت ومحبت کے میکدہ سے ہر آنے والے کواس کی استعداد اور معیار کے مطابق جامِ عشق وعرفان پلاتے رہے ہیں کہ اِسی دوران گجرات ضلع کی علمی وروحانی سرزمین سے ایک غلامِ رسول، غلام اولیا، غلام حسین کا مادری وپدری نام رندانِ میکدہ میں اپنا نام لکھواتا ہے کچھ مدت ہی گزرتی ہے۔ خصوصی نگاہِ کرم کا سزاوار ٹھہرتا ہے اپنا سب کچھ چھوڑ دیتا ہے۔ اور مکمل سپردگی کا حوالہ بن کر درِ مرشد کا جھاڑوکش اور نوکر ہوجاتا ہے اب ایمان عرفان کی منزل کی جانب گامزن ہوجاتا ہے فنافی الشیخ سے فنا فی الرسول کی منازل طے ہونا شروع ہوجاتی ہے کہ ایک دن مرشدارشد مرید صادق کو''واصف'' تخلص عطا کرتے ہیں۔ اور قلم کا زوردے کرذاکر وقلم کار بنادیتے ہیں۔ اور یوں غلام حسین واصف کنجاہی کے نام سے عشقِ رسول کے نغمے بکھرنا شروع کردیتے ہیں۔ جو''جہانِ درویش'' کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ اور نقشِ دوام کا عنوان حاصل کرتے ہیں۔ ان کا کلام بہرصورت مل ہی جائے گا تاہم جومتفرق کلام پیشِ نظر ہے وہ مختصر تو ہے مگر ان کے اندازِ فکر ونظر اور اسلوب بیان کا مظہر ہے اور یہ صاف نظر آتا ہے کہ یہ ان کے مرشدارشد کی نگاہِ کامل کا اثر ہے۔ چنانچہ ان کے کلام کے اوصاف نرالے ہیں۔ وہ خود بھی معترف ہیں اور کیا خوب فرماتے ہیں کہ:

شہنشاہی ہے در یوزہ گری سادات کی مجھ کو
حضور غیر حرفِ التجا بنتا نہیں آتا
نہ جب تک اپنے دل کی چوٹ کو توڑ دے واصف
کسی ٹوٹے ہوئے دل کی دُعا بنتا نہیں آتا

منقبت صدیق اکبررضی اللہ عنہ (مسدس) کے ذیل میں''دُعا'' کے مدد سے ان کی آرزوئے ثنائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نسبتِ نقشبندیت وصدیقیت پردال ہے وہ کتنے پُردرد، پُرسوز لہجے اور آہنگ میں عرضِ دُعا کرتے ہیں۔ بڑا ہی والہانہ اور وجدآفریں اثر آفریں کلام ہے۔

فرماتے ہیں:

مرے قلب و زباں وقف ثنائے مصطفیٰ کر دے
مجھے یارب سزاوار ثنائے مصطفیٰ کر دے
وفاؤں کو میری حرف ولائے مصطفیٰ کر دے
مرا ہر اک نفس محو رضائے مصطفیٰ کر دے
ضعیفی میں توانائی دے، پیری میں جوانی دے
جو عشق مصطفیٰ میں صرف ہو وہ زندگانی دے

دُعا قبول ہوگئی ہے، قلم میں روانی آ گئی، جوانی اور جولانی آ گئی ہے اس سے اگلا بند یہی کہہ رہا ہے، لائقِ مطالعہ ہے اہلِ نظر کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، فرماتے ہیں:

دو عالم میں حبیب کبریاؐ سا ہو نہیں سکتا
کوئی محبوب محبوب خدا سا ہو نہیں سکتا
نبی کوئی بھی ختم الانبیاؐ سا ہو نہیں سکتا
کوئی بھی اب محمد مصطفیٰؐ سا ہو نہیں سکتا
محمد مصطفیٰ کا یہ شرف ختمِ نبوت کا
تتمہ ہے حبیبؐ رب عالم کی فضیلت کا

جناب واصف کنجاہی کا کلام سادگی، پُرکاری، خوبصورت قوافی، ردیفوں، سادہ اور عام فہم الفاظ پر مشتمل ہے ان کے مفاہیم ومعانی کے لئے قاری کوکہیں دور جانے کی ضرورت نہیں پڑتی، وہ سادہ زبان میں دل کی ساری بات، واردات کہہ جاتے ہیں، ان کا اکثر کلام فنی اعتبار سے بھی معتبر اور معیاری ہے، وہ ایسی بحریں استعمال کرتے ہیں جو کلام کو آسانی سے جذب کرنے میں معاون ہیں اور شگفتگی اور نغمگی کا پیکر بناتی ہیں، یہ الگ بات کہ ان کا کلام طریقت کی مجلس کی دین ہے، اور وہاں دماغ سے زیادہ دل پر دھیان ہوتا ہے، لیکن یہی مجلس ان کے کلام کے دائرے کوفن کی برجستگی بھی عطا کرتی ہے، کہ اہل نظر کے فیض کے سلسلے محدود نہیں ہوتے بلکہ بیکراں ہوتے ہیں، ان کا درج ذیل کلام اُسی عطا اور دُعا کا نقیب ہے:

مجھ پر کرم اے میرے رب مجیب کر
آلِ نبیؐ کی مجھ کو محبت نصیب کر
ارزاں مجھے بھی دولت عشق حبیب کر
گلزارِ مصطفیٰ کا مجھے عندلیب کر
نعتِ رسولِ پاک میرے دل کا چین ہو

مجھ پہ کرم یہ صدقہ حسن و حسین ہو

سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس کی شان، راہِ مدینہ اور وارفتگی اور اپنی عاجزی کا بیان تقریباً ہر ایک چھوٹے بڑے شاعر نے کیا ہے، جناب واصف صاحب بھی اپنی حاضری اس ذیل میں لگواتے ہیں، اور خوب لگواتے ہیں،

حبیبِ خدا بادشاہِ مدینہ
ہے عرش آستاں بارگاہِ مدینہ

نچھاور کروں ہر قدم پر میں سجدے
میسر ہو گر خاک راہِ مدینہ

کہاں میں کہاں آبلوں کی سعادت
کہاں لذتِ کارِ راہ مدینہ

کہاں میری بے نور آنکھوں کی قسمت
کہاں ضوفگن جلوہ گاہِ مدینہ

غلامانِ سلطانِ مدینہ اور عاشقانِ ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اک خاص مزاج اور رنگ کے مالک ہوتے ہیں، انہیں ناز ہوتا ہے، تو مصطفائی لنگر کے ٹکڑوں پر اور حال اُن کا ہوتا ہے، تو یہ کہ وہ ہمہ دم، ہمہ نفس، جلوت و خلوت میں اپنے محبوب و دل ربا صلی اللہ علیہ وسلم کا نظارہ کرتے ہیں، اور اسی میں محو رہتے ہیں، اسی میں مست و بے ہوش رہتے ہیں، انہیں کچھ اور سوجھتا ہی نہیں۔

دنیا کے ناز و نعمت کو کب لاتے ہیں وہ خاطر میں
جو تیرے در کے سوکھے سے ٹکڑوں پہ گذارا کرتے ہیں
کچھ لوگ ابھی تک ہیں ایسے ہر جلوت جن کو خلوت ہے
ہر وقت وہ حسنِ حقیقت کا دنیا میں نظارا کرتے ہیں
اک ہوک سی اُٹھی ہے دل میں جب یاد مدینہ آتا ہے
دیوانہ سا ہو جاتا ہوں جب ذکر تمہارا کرتے ہیں

آمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھنا ہر نعت گو شاعر کے لئے ایمان کا حصہ ہے، نصابِ نعت میں میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑا عنوان ہے، جناب واصف نے بھی بڑے والہانہ انداز میں اس مضمون پر لکھا ہے، اور خوب دلربا اور خوبصورت انداز اپنایا ہے، آیئے اپنا حصہ وصول کرتے ہیں،

فرماتے ہیں، اور کیا دل نشیں انداز اپنایا ہے۔

چمکا عرب سے آج آفتابِ نور کا
کھولا خدا کی رحمتوں نے باب نور کا

برسات نور کی ہے مسلسل برس رہی
اُمڈا ہے آسمان سے سیلاب نور کا

نورِ ازل نے کس کو چنا دو جہان سے
اے آنکھ دیکھ حسن انتخاب نور کا

پیدا ہوا ہے آمنہ کے بطن نور سے
پیکر ہے بے مثال، لاجواب نور کا

بخشا گیا ہے وادی کوہِ صفا کو آج
دُرِّ یتیم گوہر نایاب نور کا

تارے ہیں آسماں پہ چراغاں کیے ہوئے
ہے آمنہ کی گود میں ماہتاب نور کا

سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو انقلاب دیا، ظلمات کو مٹا دیا، ہر طرف رنگ و نور کا ماحول بن گیا، جو بے شعور تھے شعور والے ہو گئے، جو بے نور تھے نور والے ہو گئے، دل کی دنیا بدل گئی، باطل مٹ گیا، جھوٹ چلا گیا، ہر طرف حق اور سچ کا ڈنکا بجنے لگا، بغض و عداوت اور کمینگی ایسے اخلاق ذمیمہ سے دل پاک ہو گئے، رحم، ہمدردی، مروت ایسے اخلاقِ عالیہ دلوں میں گھر کر گئے، دلوں کی بستی آباد ہو گئی، انسانیت پر نکھار آ گیا، یہ معجزہ کس نے دکھایا، نورِ آمنہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا اور ایک نیا جہان تعمیر کر دیا، مسدس کے رنگ میں جناب واصف نے سیرت پاک کے بیان کا کیا خوب رنگ جمایا ہے کہ بے ساختہ سبحان اللہ سبحان اللہ! کی صدائیں نکلتی ہیں، فرماتے ہیں:

ظلمت کو جس نے نور کی تنویر کر دیا
جس نے غبار راہ کو اکسیر کر دیا

بندوں کو جس نے صاحبِ توقیر کر دیا
جس نے نیا جہان ایک تعمیر کر دیا

بے عقل تھے جو صاحبِ تدبیر بن گئے
بندے خدا کے مظہرِ تقدیر بن گئے

☆☆☆

بگڑے ہوؤں کے ایسے مقدر بنا دیے
بھولے ہوئے تھے راہ جو رہبر بنا دیے

بے رحم تھے جو رحم کے خوگر بنا دیے
بدتر تھے جو جہان سے برتر بنا دیے

پھیلی جہاں میں نکہتیں روحِ شمیم سے
دل موہ لیے حضور نے خلقِ عظیم سے

شاہِ مدینہ، سرورِ قلب وسینہ، منبع خلق ومروت، کانِ علم وحکمت، تاجدارِ علم وشعور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت سرائی ایک اعزاز ہے مگر ہر شاعر عاجز ہو کر یہی کہتا ہے کہ آپ کی مدحت گزاری ہم سے کب ممکن ہے؟ یہی حال جناب واصف صاحب کا ہے، کیا خوب ارشاد فرماتے ہیں اور کس انداز میں عاجزی کا دم بھرتے ہیں ملاحظہ ہو:

جس کے ہر ایک وصف کی بے مثل شان ہو
کیا چیز ہوں میں کیا بھلا مجھ سے بیان ہو

جہانِ درویش کی تلاش وجستجو جاری رکھنی چاہئے، جناب واصف علیہ الرحمہ کی نعت گوئی اپنے اندر سوز وساز، نور وسرور کا ایک جہان پوشیدہ رکھتی ہے، ظاہر ہے یہ سب کچھ کسی درویش سے ہی ملتا ہے۔ بادشاہوں کے خزینے اس گوہرِ نایاب سے دور ہیں خالی ہیں۔ بقول اقبال علیہ الرحمہ:

تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

☆☆☆

حضرت واصف کنجاہیؒ اوران کی نعت نگاری

ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم
مدیر: خوشبوئے نعت سرگودھا

نعت نگاری کی نورانی زمینوں پر خجستہ بختی کے جودلکشا پھول کھلتے ہیں۔ بلاشبہ انکی رنگت اور خوشبوسدابہار ہونے کے ساتھ ساتھ پروقار بھی ہے اوردلبہار بھی۔ خوش بخت ہیں وہ بندگان الٰہی جونعت نگاری کے حسین وجمیل فن سے وابستہ ہیں۔ نعت نگاری کی شاہراہوں پر گامزن ہونے والے نفوس شاہراہ زیست پر کبھی ناکام نہیں ہوسکتے انکی زندگی کی جبینوں پر کامرانی وسرفرازی کے ساتھ ساتھ فلاح دارین کے گلاب کھلتے ہیں۔ اور تقدس وروحانیت کے سچے اور سچے رنگ ملتے ہیں۔ نعت نگاری اعلیٰ وارفع عبادت ہے۔ اس میں رضائے خداوندی کالافانی نورملتا ہے اور قربت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جاودانی سرورملتا ہے۔

یہ حقیقت احباب بصیرت پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ سب سے پہلا نعت نگار اللہ رب العزت ہے۔ قرآن مجید نعت کا مجموعۂ اول ہے۔ سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وثنا اللہ رب العزت جل شانہ نے کی۔

تخلیق کائنات سے لیکر اب تک نعت کہی جارہی ہے نعت لکھی جارہی ہے نعت پڑھی جارہی ہے اور نعت سنی جارہی ہے۔ ہر دور میں اس کے تابناک نقوش اور جاندار ثبوت ملتے ہیں۔ اردو زبان کے اولین نعت نگار کی حیثیت سے حضرت خواجہ گیسودراز بندہ نوازؒ کا نام سامنے آتا ہے۔ حضرت خواجہ گیسودراز سے لیکر آج تک اردو نعت نگاری کا مقدس ومعطر سلسلہ جس رعنائی وتوانائی کے ساتھ جاری ہے، اسکی مثال نہیں ملتی۔

پاکستان میں نعت نگاری کے حوالے سے شعرائے کرام کا جوعظیم الشان کردار سامنے آتا ہے۔ اس پر صدق دل سے قربان ہونے کو جی چاہتا ہے۔ ہر شاعر نے اپنی اپنی بساط واستعداد کے مطابق اس پر تقدس ذخیرے میں خاطر خواہ اضافہ کیا ہے۔ خدا کی قسم نعت اردو کا ہر شاعر میری آنکھوں کا نور ہے۔ اوراس کا کلام میرے دل کی دھڑکنوں کا سرور ہے۔

نعت گویان پاکستان کی اس قابل احترام صف میں موجود حضرت غلام حسین واصف کنجاہیؒ اپنی امتیازی حیثیت کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔ وہ اپنے وقت کے ایک بہترین شاعر اور مستند نعت

نگار تھے۔وہ یکم اکتوبر۱۹۱۳ء کوموضع ''جلیانی''ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔مشہورومعروف علمی وشعری وادبی قصبہ کنجاہ سے انہوں نے تعلیم کے گوہر بے بہا حاصل کیے۔بطورانسپکٹر محکمہ روڈز اینڈ بلڈنگز میں اپنی بھرپور صلاحیتوں کا جلوہ دکھایا لیکن بوجوہ بہت جلد اپنی ملازمت کو ہمیشہ کیلئے خیر باد کہہ کرآستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف سے وابستہ ہو گئے۔ان کا ایک مجموعہ کلام ''جہان درویش'' کے خوبصورت نام سے کافی عرصہ پہلے زیور طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پرآکر نایاب ہو چکا ہے۔حضرت واصفؒ ''جہان درویش'' میں نعت نگار ومنقبت نگار کے روپ میں ابھر کر سامنے آئے۔ ان کا کلام تصوف وروحانیت کے پھولوں سے آراستہ دکھائی دیتا ہے۔ان کا نعتیہ کلام ظاہر وباطن میں صداقتوں کی مہکار،عقیدتوں کی بہاراورفنی نزاکتوں کی چہکاراپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ اپنا پرچم بلند کئے ہوئے ہے۔حضرت واصف کنجاہی کے دل میں اپنے آقا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والہانہ عشق ومحبت کی مہکار موجزن تھی۔اسی عشق ومحبت کی مہکار وخوشبو نے ایسی ایسی نعتیہ منظومات تخلیق کرنے کی انہیں توفیق وہمت بخشی کہ انسان انہیں پڑھ کرعش عش کراٹھتا ہے۔حضرت کنجاہیؒ کا جتنا کلام میری نظر سے گزرا ہے۔مجھے اس میں زبان وبیان کی خوبصورتی،ان کے قلم کی جولانی، جذبے کی گہرائی وصداقت،تخیل کی بلندی اورفکروخیال کی پاکیزگی نمایاں دکھائی دیتی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت واصف کنجاہیؒ کی تخلیق کردہ نعتیہ شاعری میں الفاظ کہکشاں کی مانند دکھائی دیتے ہیں۔عشق ومحبت اورادب واحترام پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش نمایاں نظرآتے ہیں۔ رعنائیوں اورتوانائیوں سے آراستہ انکی نعتیہ شاعری کے مزاج میں پھول کھلتے ہیں اورسچی عقیدتوں اورچاہتوں کے حسین وجمیل رنگ ملتے ہیں۔

حضرت واصف کنجاہیؒ آج ہم میں نہیں ہیں۔مگران کی نعتیہ شاعری کی خوشبواپنی توانائیوں کے ساتھ موجود ہےاوریہ ایسی خوشبو ہے۔جس پردنیا کی لاکھوں خوشبوئیں قربان کی جاسکتی ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا کے صدقے حضرت واصف کنجاہیؒ کی لحد پراپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔آمین!!

☆☆☆

واصف کنجاہیؒ کا ''جہان درویش''

صنوبر طاہر
اسسٹنٹ پروفیسر (شعبہ اردو)
گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی برائے خواتین لاہور

دنیا میں سب سے زیادہ ممدوح ہستی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، جن کی شان میں قرآن کریم، جن وملک اور تمام بڑی زبانوں کے عظیم شعراء کرام رطب اللسان ہیں، دور جدید میں نعتیہ کلام کی فراوانی ہے، اصحابِ سخن ''فن نعت گوئی'' کو اپنے لیے وسیلہ بخشش سمجھ کر اس پر طبع آزمائی کرنا نہ صرف اظہار عقیدت بلکہ وجہ فخر وافتخار بھی سمجھتے ہیں۔

چودھویں صدی ہجری میں جن جدید شعرا نے نعت گوئی کو موضوع اور مواد کے اعتبار سے نیا رنگ وآہنگ دیا، ان میں ایک نمایاں اور قابلِ ذکر نام ''جناب واصف کنجاہیؒ صاحب'' کا ہے وہ بہترین شعری روایات کے پاسدار ہیں اور اردو ادب کی شعری سرزمین میں ان کا نام بہت معتبر ہے ان کی تخلیق ''جہانِ درویش'' اردو کی نعتیہ شاعری میں نہ صرف بہترین اضافہ ہے بلکہ خود ''واصف کنجاہی'' کے لیے وجہ فخر وافتخار بھی ہے، کیونکہ ان کی یہ تخلیقی کائنات اس ہستی کی مدح وثناء پر مشتمل ہے جو وجہ تخلیق کائنات اور ذریعۂ بخشش ونجات ہیں۔

جہانِ درویش عقیدت ومحبت کی روشنی کا ایسا تخلیقی کارنامہ ہے جس میں واصف کنجاہی صاحب نے اپنی قلبی کیفیات اور باطنی واردات کا اظہار نہایت عمدہ طریقے سے کیا ہے، وہ بارگاہِ رسالت ﷺ ہی میں حرمت نعت میں سرخروئی حاصل کرنے کے لیے یوں رقمطراز ہیں۔

الٰہی! عجز کی توفیق دے، میں عجز سے بولوں
زبان و قلب کو آبِ کمالِ عجز سے دھولوں
ندامت دے مجھے بھی بھر کے ہراک جرم پہ رولوں
تیری رحمت میں یارب ڈوب جاؤں سرخرو ہو لوں
ادب بے انتہا دے انتہائے انکساری دے
نبی کی بارگاہ میں التجا کی مجھ کو یاری دے

نعت گوئی ایسی صنف سخن ہے جس میں شاعر بہت کچھ کہہ کر بھی کہہ نہیں پاتا اور کچھ نہ کہہ کر بھی

بہت سا اظہار کر جاتا ہے، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی اپنے اندر مدح وتوصیف کے تمام آفاق سمیٹے ہوئے ہے، ذاتِ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ان کی صفات وافکار، اقوال واعمال، شمائل وفضائل کو نعت کا موضوع بنایا گیا ہے، واصف کنجاہی نے بھی الفاظ کا سہارا لے کر اس عظیم ہستی سے اپنی محبت، عقیدت اور والہانہ پن کا اظہار کرنے کی کوشش کی ہے، ان کے کلام کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس کوشش میں کامیاب ہیں۔

جتنا بھی کریں شکر میرے قلب و زباں اور
ہوتا ہے فزوں لطفِ خداوندِ جہاں اور
بڑھتے ہیں جتنے بھی گداؤں کے تقاضے
کرتے ہیں کرم میرے شہنشاہِ شہاں اور
باقی ہیں ابھی دل میں ہوس خانے نفس کے
اے عشق ذرا تیز گرا برقِ تپاں اور

''جہانِ درویش'' میں واصف کنجاہی کا مطبوعہ کلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ بیتِ پاکؓ، صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، امہات المومنینؓ، مشائخ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ اور اپنے مرشد حضرت نورالحسن شاہ صاحبؒ کی شان میں ہے۔ زبان وبیان کے اعتبار سے واصف کنجاہیؒ صاحب اسلوب شاعر ہیں مگر اس کتاب میں انہوں نے انتہائے عشق کو الفاظ کا پیراہن یوں بخشا کہ امر ہو گئے، ان کی نعت نے موضوعِ اظہار کو ایک نیا رنگ وآہنگ بخشا۔

بے بصر ہوں، بے پروبال، شکستہ پا ہوں
حدِ امکاں سے ہری یاد مدینہ تیرا
حق کی تخلیق کا شہکار ہے ہستی تیری
سارے عالم میں ہے شہکار مدینہ تیرا

یہ حقیقت بھی مسلمہ ہے کہ جب تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات سے والہانہ اور شدید جذباتی وابستگی نہ ہو ایک کامیاب اور خوبصورت نعت کہنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے، ''جہانِ درویش'' پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ''واصف کنجاہی'' نہ صرف عشقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرابور ہیں بلکہ عقیدت کے رنگ میں بھی ڈوبے ہوتے ہیں، اس عشق وعقیدت کا اظہار پڑھنے والے کے دل پر گہرا اثر کرتا ہے۔

گدا گر کو بخشا گیا تاجِ شاہی
میرے زیب سر ہے کلاہِ مدینہ
بخشا ہے تاریکیوں کو ضیائیں

وہ چاند آمنہ کا وہ ماہِ مدینہ
مدینے کی گلیوں میں بن کر بھکاری
پھرے تیرا واصف اے شاہِ مدینہ

آج کا دور بحران کا دور ہے، اور یہ بحران خارج کے ساتھ ساتھ داخل کو بھی اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے، خیالات و افکار بھٹکتے پھرتے ہیں، صاحب فکر و احساس تنگئی اظہار سے دوچار ہیں، مگر جو اپنے ذکر و فکر اور احساس و اظہار کو اس ہستی سے منسلک کر لیتے ہیں جو صاحب لولاکؐ ہیں تو بھٹکے ہوئے سنبھل جاتے ہیں منزلیں سمٹ کر ایک نقطے پر مرکوز ہو جاتی ہیں، بحران آسودگی و اطمینان میں بدل جاتے ہیں، کشمکش حیات کا اسلوب بدل جاتا ہے اور تمنائے حیات کا محور و مرکز صرف اور صرف ایک ہی ذاتِ مبارکؐ بن جاتی ہے، جس کا اظہار واصف کنجاہی نے کچھ اس طرح کیا ہے۔

ہے سایہ دامانِ نبیؐ منزل مراد
مقصود مرا مر کے بھی خلدِ بریں نہیں
آہ! اے قرار جاں کہ کوئی تیرے سوا
وجہ سکون و راحتِ قلبِ حزیں نہیں

''جہانِ درویش'' کے نعتیہ کلام میں عقیدت اور ارادت کا مقدس جذبہ فن کے پیکر میں یوں ڈھلا ہے کہ سپردگی اور تخلیقی دانش میں کوئی مغائرت اور دوری نہیں نظر آتی اور یہی خوبی واصف کنجاہی کو اپنے ہم عصر نعت گو شعرا میں ممتاز کرتی ہے۔

ارض و سما میں شے کوئی ایسی کہیں نہیں
سلطان دوسرا کے جو زیر نگیں نہیں
کرتے ہیں نیّرین کے ظاہر یہ معجزات
ہمسر تیرا اے قدرت کل کے امیں نہیں

واصف کنجاہی فن نعت گوئی میں مدح و توصیف کے تمام آفاق کو سمیٹے ہوئے ہیں، ان کی نعت جدید دور کے مضامین و موضوعات، اسالیب و استعارات اور عصری حسیت سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے، ان کے وسیع المطالعہ کینوس پر نعت گوئی کے تمام رنگ مکمل طور پر جلوہ افروز نظر آتے ہیں، روایتی انداز، بحر اور ردیف و قافیے کے ساتھ ساتھ انہوں نے غزلیہ طرز پر بھی نعتیں کہیں اور اس طرز میں بھی وہ حرمتِ نعت قائم رکھنے میں بھرپور کامیاب نظر آتے ہیں۔

دل کی دنیا قبلہ رو ہونے لگی ہے
بیکراں یہ آب جو ہونے لگی ہے
دو جہاں کے مالک و مختار نے

جس کی چاہی آبرو ہونے لگی ہے
معصیت میری کسی کے فیض سے
مغفرت سے سرخرو ہونے لگی ہے

واصف کنجاہی کی نعتیہ شاعری میں سپردگی سوز و گداز کی کیفیات نمایاں ہیں جن سے ان کا فن اثر پذیری کے تحت ہر قاری کے دل پر گہرا نقش قائم کرتا ہے، وہ انسانی زندگی کی بقا اور وقار کے لیے بھی ملتجانہ عرض و گزارش کرتے نظر آتے ہیں، خود اک در کی گدائی پر معمور ہو کر کل دنیا سے بے نیاز ہو جاتے ہیں، یہی جذبہ ان کے کلام کو وہ مقام عطا کرتا ہے، جس کی مثال کم نظر آتی ہے۔

رہا محروم کب تیرے کرم سے دونوں عالم میں
جہاں بھی جس نے بھی جب بھی پکارا یارسول اللہ
کسی کے در پہ کیوں جائے کسی سے بھیک کیوں مانگے
یہ سگ، یہ منگتا واصف تمہارا یارسول اللہ

واصف کنجاہیؒ کی نعتیہ شاعری میں عشق کا والہانہ پن ہے جذبات و احساسات کا وفور ہے، عصر حاضر کا گہرا شعور بھی جلوہ گر ہے، عقیدت نے ان کے لب و لہجہ کو وہ اثر آفرینی بخشی ہے، حضور پر نور کی جانفزا و معطر شخصیت نے ان کے چمنستان خیال و اظہار کو دل میں اترنے کا ہنر بھی بخشا ہے۔

جتنا بھی کریں شکر میرے قلب و زباں اور
ہوتا ہے فزوں لطفِ خداوند جہاں اور
اس در سے لپٹنے کی ہے آہوں کو تمنا
کس کام میرے ہیں یہ مقامات فغاں اور

''جہانِ درویش'' پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ نعت گو کی سانسیں عقیدت کی خوشبو سے معطر ہیں اس کی ہر دھڑکن حرف سپاس اور لہو کی بوند بوند وجد میں ہے، حضور اکرمؐ کے چہرہ انور کے تصور سے ان کے حریم دل کی گلیاں آباد ہیں۔ بھیگی پلکوں اور سوزِ دل اور سوز رگِ جاں حرفوں میں سمٹ کر نعت وجود میں آتی ہے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ ان نعتوں کی وجہ سے ان کا نام ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس دنیا میں بھی امر ہو گیا ہے۔

شفیع المذنبیں ہیں آپ، میری ہر خطا بخشیں
مریض لادوا ہوں میں، مجھے کامل شفا بخشیں
نظر بخشیں مجھے، دل کو بصیرت کی ضیا بخشیں
زباں کو ذکر اپنا، ذہن کو فکر رسا بخشیں

☆☆☆

غلام حسین واصف کنجاہی اور سیرت نگاری

حافظ تنویر الاسلام نقشبندی
(اسلام آباد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف انسان کے بس کی بات نہیں بلکہ یہ کرم کی باتیں ہیں اور یہ مقدر کے فیصلے ہیں، واصف کنجاہی اس لحاظ سے ایک خوش قسمت انسان ہیں کہ انہیں اپنے پیر و مرشد اور نوری گھرانے کے سائے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ نیاز میں اپنی آرزؤں اور عقیدتوں کے پھول پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور زندگی بھر یہی دعا کرتے رہے:

یا رب میری بیتاب دعا کو قبول کر
مجھ کو مٹا مٹا کے فنا فی الرسولؐ کر

سیرت کو میری اسوۂ حسنہ میں ڈھال دے
کردار مصطفیٰؐ کو چلن کا اصول کر

سیرت و کردار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی بسر کرنے کی دعائیں یقیناً رنگ لائیں اور آپ ساری زندگی قرآن و سنت کے مطابق ہر کام کرتے رہے۔ کلامِ واصف میں ہمیں مختلف صنعتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت نظر آتی ہے۔ کئی کئی صفحات پر پھیلے ہوئے اشعار میں کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کی خوبصورت اداؤں کا ذکر ملتا ہے اور کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کیلئے کی گئی دعاؤں کا۔ تبلیغ دین کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکلات سے لے کر تکمیل دین کی بشارتوں تک، تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے عرب میں اجالوں کے سویروں سے لے کر فضائے کفر میں نغمۂ توحید کے پھریروں تک۔ ہر چیز کا ذکر بڑی جاں فشانی سے ملتا ہے۔ عربوں کے بدلتے ہوئے حالات کا نقشہ حضرت واصف کس طرح کھینچتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

جس نے دلوں کو مخزنِ اسرار کر دیا
ظلمت کدوں کو مرکز انوار کر دیا
باطل کو جس نے حق کا پرستار کر دیا

جس ناخدا نے ڈوبتوں کو پار کر دیا
جو سرکشی سے مست تھے ذوق گناہ میں
وہ سربکف کھڑے ہوئے اللہ کی راہ میں

یہ صرف نمونہ کے طور پر ایک بند پیش کیا ہے ورنہ اس طرح کے بیسیوں اشعار آپ کے کلام میں نظر آتے ہیں، قبل از اسلام مشرکین کے حالات، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد عرب کی بدلتی ہوئی صورت حال، تبلیغ دین، غزوات میں شجاعت و بہادری کے کارنامے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جانثاری کو بڑے دلکش انداز میں بیان کیا ہے۔

یہ ساری باتیں اپنی جگہ لیکن کلام واصف میں ہمیں واصف صاحب کی بہت ہی اعلیٰ خواہش کا پتہ معلوم ہوتا ہے اور وہ ہے "سیرت نگاری" کا ولولہ۔ یقیناً یہ خواہش ہر ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دل میں موجود ہوتی ہے۔ لیکن مولانا غلام حسین واصف کنجاہی نے اپنے کلام میں جا بجا اس خواہش کا اظہار بڑی شد و مد سے کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں بڑے خوبصورت انداز میں اپنی عرضی پیش کرتے ہیں:

شفیع المومنین ہیں آپ میری ہر خطا بخشیں
مریضِ لا دوا ہوں میں مجھے کامل شفا بخشیں
نظر بخشیں مجھے، دل کو بصیرت کی ضیا بخشیں
زباں کو ذکر اپنا، ذہن کو فکرِ رسا بخشیں
عطا ہو حوصلہ آقاؐ مجھے دشوار کاری کا
عطیہ بخش دو اپنی مجھے سیرت نگاری کا

واصف کنجاہی صاحب سیرت نگاری کا صرف شوق ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ اس کام میں آنے والی دشواریوں سے بھی خوب واقف تھے، جس کا اظہار انہوں نے مذکورہ اشعار میں کیا ہے۔ اسی نعت میں آگے گفتار، افکار، کردار اور اشعار میں سیرت طیبہ کی بھیک مانگتے ہوئے نظر آتے ہیں:

میرے دل میں ہو آقاؐ تُو، میری گفتار میں تُو ہو
خیالوں میں میرے ہو تُو، میرے افکار میں تُو ہو
میری سیرت میں بھی ہو تُو، میرے کردار میں تُو ہو
میری تحریر کے ہر لفظ میں، اشعار میں تُو ہو
تمہاری ہر ادا کو شعر کے سانچے میں ڈھالوں میں
تمہارے پیار میں دل کا ہر اک ارماں نکالوں میں

جناب واصف رحمۃ اللہ علیہ نے کس خوبصورت الفاظ میں اپنی مذکورہ خواہش کی بھیک

درِ حضور سے مانگی، یہ یقیناً اسی لازوال آرزو کا ہی نتیجہ تھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی سیرت کے متعلق اشعار کہنے شروع کرتے ہیں تو یہ سلسلہ قریب قریب تھمنے کا نام ہی نہیں لیتا اور ایک بحرِ بے کراں کی طرح حضورِ ناز میں اپنی تمناؤں کا ذکر کرتے ہیں۔ لیکن ساتھ ساتھ اس عظیم بارگاہ کے تقدس کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہیں:

الٰہی! عجز کی توفیق دے میں عجز سے بولوں
زباں و قلب کو آبِ کمالِ عجز سے دھو لوں
ندامت دے مجھے جی بھر کے ہر اک جرم پہ رولوں
تیری رحمت میں یارب ڈوب جاؤں سرخرو ہو لوں
ادب بے انتہا دے انتہائے انکساری دے
نبیؐ کی بارگاہ میں التجا کرنے کی یاری دے

شاہنامۂ سادات میں سیرت نگاری کی خواہش کو کھل کر بیان کرتے ہوئے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الٰہی! ولولہ، ہمت بھی، توفیق رقم بھی دے
نبی کی پاک سیرت لکھ سکے جو وہ قلم بھی دے

بھروسہ تجھ پہ ہے، احساس ہے دشواری کا
ارادہ ہے تیرے محبوب کی سیرت نگاری کا

تجلی بخش میرے دل کو بھی انوار احمدؐ سے
مجھے بھی بخش حصہ مخزنِ اسرار احمدؐ سے

جناب واصف کنجاہی صاحب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مختلف انداز میں اپنے مدعا کو بیان کرتے ہیں، سیرت پاک کے لیے فکر رسا، حسنِ ادا، آتش بیانی، نور ایمانی اور آبِ دریا کی روانی کے ساتھ ساتھ خود کو اس عظیم کام کی انجام دہی پر زمرۂ حضرت حسان میں شمولیت کے بھی آرزو مند ہیں۔

جو کھینچوں زندگی پاک کے ادوار کا نقشہ
ہو میرا شعر ہر اک سیرت و کردار کا نقشہ

مجھے توفیق دے اس وصف کے شایان ہو جاؤں
کہ یوں میں بھی شریکِ زُمرۂ حسانؓ ہو جاؤں

آپ اپنے خیالات اور جذبات کو حقیقت میں دیکھنا چاہتے تھے اور گفتار کو کردار کے سانچے میں ڈھالنے کی فکر میں رہتے تھے۔ایک سچے عاشق اور درویش صفت انسان کی یہی آرزو ہوتی ہے:

میرے جذباتِ دل کو یوں حقیقت آشنا کر دے
میری گفتار کو کردار میں گم اے خدا کر دے

جناب واصف کنجاہی حضورؐ کی صفت وثنا کو اپنی زندگی کا توشہ سمجھتے تھے اور اسی متاعِ لازوال کو تحفے کے طور پر قبر میں ساتھ لے جانے اور اپنے کلام کے دوام کے امیدوار بھی تھے:

جہاں سے بے عمل یونہی نہ خالی ہاتھ جاؤں میں
یہ تحفہ قبر میں لے کر یہی اپنے ساتھ جاؤں میں

خزاں نا آشنا ہو اے خدا باغ کلام اپنا
رہے لوحِ جہاں پہ نقش یہ نقش دوام اپنا

میری دنیا میری سرکار مدینہ تیرا

سعدیہ عرفان
لیکچرار اردو
گورنمنٹ کالج برائے خواتین
(ڈیرہ غازی خان)

مری قسمت کا بھی چمکے ستارا یا رسول اللہؐ ہو دل محوِ جمالِ عالم آرا یا رسول اللہؐ

نعت گوئی ایک ایسی صنف شاعری جس میں شاعر باعث تخلیق کائنات، محبوب خدا، رحمۃ اللعالمین کی مدح سرائی میں رطب اللسان ہوتا ہے۔ ''نعت'' جو کہ عربی زبان کا لفظ ہے اور جس کے معنی تعریف و توصیف کے ہیں تو ''حمد'' خدا کے لئے اور نعت صرف ''رسول خدا'' کیلئے وقف ہے، اگر چہ ابتدائی عربی ادب میں نعت ہر خاص و عام کی مثبت تعریف میں محو نظر آتی ہے مگر بعثت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عربی، فارسی اور اردو میں یہ صنف صرف مدحت رسول کیلئے وقف ہوگئی کیونکہ رسول خدا، محبوب خدا ہی وہ واحد ہستی کائنات اور خیر البشر ہیں جن کی مدحت سرائی ہم پر واجب ہے اور عین ثواب بھی۔

عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر دور میں اپنی محبت کا اظہار نعت گوئی کے ذریعے کرتے رہے، حالی سے لیکر مظفر وارثی تک لاتعداد شاعروں نے نعتیں پیش کیں، انہیں میں ایک درخشاں ستارہ نعت گو شاعر ''جناب غلام حسین واصف کنجاہی'' ہیں جن کا مطبوعہ کلام ''جہانِ درویش'' کی صورت میں دستیاب ہے۔ جناب غلام حسین واصف کنجاہی کی نعت میں ایک سچے عاشق رسول کی جھلک نظر آتی ہے، ایک والہانہ اظہار عشق کا جذبہ موجزن ہے وہ اپنے عشق کی تشریح یوں کرتے ہیں:

جو اُن کی شفاعت کو اپنی بخشش کا سہارا کرتے ہیں
کب رحمتِ عالم ان کیلئے دوزخ کو گوارا کرتے ہیں
ضو اُن کی ضو سے پاتی ہے تاریکی تیرہ راتوں کی
جو عشقِ محمدؐ سے روشن قسمت کا ستارا کرتے ہیں

یہ عاشق رسول شاعر جناب مولانا غلام حسین واصف کنجاہی یکم اکتوبر ۱۹۱۳ء کو موضع جلیانی ضلع گجرات میں پیدا ہوئے اور گجرات ہی کے قدیم علمی و ادبی مرکز قصبہ کنجاہ سے تعلیم حاصل کی اور محکمہ روڈز اینڈ بلڈنگز میں بطور انسپکٹر خدمات سرانجام دیں۔ مگر یہ نایاب ہیرا دنیا کیلئے نہ بنا تھا، لہٰذا جلد ہی

دنیوی گورکھ دھندوں سے اکتا کر اپنے پیرومرشد شمس العارفین حضرت پیر سید نورالحسن شاہ صاحب بخاری علیہ الرحمہ کی خدمت میں مستقل سکونت اختیار کر لیتا ہے اور تمام عمر پیرومرشد اور انکی اولاد کی خدمت میں گزار دیتا ہے اور عشق رسول کی منزلیں طے کرتا ہے، مولانا غلام حسین کا تخلص ''واصفؔ'' بھی پیرومرشد کی دین ہے۔

۱۸ اگست ۱۹۸۱ء کو جب یہ عاشق رسول راہی ملک بقا ہوا، تو ''جہان درویش'' کی صورت میں اپنا کلام دنیا کیلئے بطور مشعل راہ چھوڑ گیا، اس کتاب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اہل بیت پاک، صحابہ کرام، امہات المؤمنین اور اولیاء کرام کی بھی مدح سرائی کی گئی ہے۔ حضرت غلام حسین واصفؔ کی نعت گوئی میں لفظوں کا خوبصورت چناؤ نظر آتا ہے، عشق کی ایسی برسات ہے جو سوکھے دھانوں کو سیراب کرتی نظر آتی ہے، عاشقانِ رسول جو تڑپ دلوں میں لئے پھر رہے ہیں ان پر مرہم لگانے کے کام آتی ہے۔ ٹھنڈے میٹھے چشموں کی طرح دلوں کو مسحور کرتی نعت گوئی نمونہ ہے۔ جناب غلام حسین واصفؔ کی شاعری اپنے جذبہ عشق کو اتنی عاجزی سے پیش کرتے ہیں کہ:

الٰہی عجز کی توفیق دے میں عجز سے بولوں
زبان و قلب کو آبِ کمالِ عجز سے دھو لوں
ندامت دے مجھے جی بھر کے ہر ایک جرم پہ رو لوں
تیری رحمت میں یا رب ڈوب جاؤں سرخرو ہو لوں

مدینے جانے کی چاہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

بگڑی ہوئی بنتی ہے تقدیر مدینے میں
ہوتی ہے نئی دنیا تعمیر مدینے میں
ہر قلب چمکتا ہے انوارِ رسالت سے
ظلمت کو عطا ہوتی ہے تنویر مدینے میں

حضرت مولانا غلام حسین واصفؔ نے تمام عمر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گزاری اور اپنی نعتیہ شاعری میں اس کا اظہار کیا، ان کی تخلیق ''جہانِ درویش'' ان کی عشقیہ نعتوں کا انمول خزینہ ہے جس کا ایک ایک لفظ سچے عشق سے جڑا ہے، یہ کتاب رہتی دنیا تک عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں کی ٹھنڈک بن کر رہے گی:

دل کی دنیا قبلہ رو ہونے لگی
بیکراں یہ آب جو ہونے لگی
رحمۃ اللعالمین جب آ گئے
رحمتِ حق چار سو ہونے لگی

کلام واصفؔ اور شانِ صحابہ کرام علیہم الرضوان

محمد عبداللہ بدر (لالہ موسیٰ)

حضرت غلام حسین واصفؔ ایک بانسبت شاعر اور ایک درویش صفت انسان تھے، بزرگوں کی نظر طیب نے اس درویش کو گل سے گلزار کر دیا اور اس عاشق صادق کے خرمن کو پھونک کر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شعلہ بنا دیا۔ شاعری کو آپ نے خود پر حاوی نہ ہونے دیا، بلکہ آپ کے کلام کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اشعار کے ذریعے آپ نے اپنے دل میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ کو روشن کئے رکھا اور یہی اشعار دل میں چراغ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی لو مسلسل بڑھانے میں ممد و معاون ثابت ہوتے رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت حضرت واصفؔ کی حاصل زندگانی ٹھہری اور اسی پیار و محبت کا نتیجہ تھا کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی ہر چیز کو اپنے مخصوص لب ولہجہ میں خراج عقیدت پیش کیا۔ چونکہ "جہانِ درویش" آپ کے کلام کا ایک نامکمل مجموعہ ہے۔ یہ مجموعہ آپ کے وصال کے کافی عرصہ بعد شائع ہوا، لہٰذا اس میں دانستہ یا نادانستہ کافی کلام شامل ہونے سے رہ گیا۔ جہان درویش میں حضرت واصفؔ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کے علاوہ حضرات خلفاء الراشدین، امہات المؤمنین، حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں اور خصوصاً آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ شریف کے بزرگوں کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت امام حسین اور کربلا میں آپ کے جانثاروں کی بارگاہ میں بصورت سلام نذرانہ محبت و عقیدت پیش فرمایا، جس کا مطلع ملاحظہ ہو:

راکبِ دوشِ سرور پہ لاکھوں سلام
راحتِ جانِ حیدر پہ لاکھوں سلام

یہ سلام مطلع کے علاوہ تقریباً سینتالیس (۴۷) بندوں پر مشتمل ہے اور اس میں جناب واصفؔ کنجاہی صاحب نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے جانثار و باوفا رفقاء کی عقیدت و محبت، جرأت و بہادری، عظمت و رفعت اور وفا و جانثاری کو ایک لڑی کی صورت میں پرو کر خود کو عاشقانِ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میں شامل کروالیا ہے۔

یہ سلام اپنی جگہ بیک وقت کئی خوبیوں سے مالامال ہے۔لیکن حضرت واصفؔ کو یہ کمال اور مرتبہ حاصل ہے کہ جہاں وہ اہل بیت کرام کی بارگاہ میں عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، وہیں اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قصیدے بھی ان کی نوک قلم کی زینت بنتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ حضرت واصفؔ نے اپنے منفرد انداز میں حضرات خلفاء الراشدین کی بارگاہ میں اکسٹھ (۶۱) بندوں پر مشتمل ایک طویل کلام پیش کیا ہے۔جس میں علم وحکمت،عقیدت ومحبت اور فضائل وکمالات کے جوہر کھل کر سامنے آتے ہیں۔ مطلع ملاحظہ ہو:

مصطفیٰ کے پیاروں پہ لاکھوں سلام
جانشینوں پہ یاروں پہ لاکھوں سلام

حضرت واصفؔ کنجاہی کتنے خوبصورت انداز میں ایک ہی شعر میں عشق ومحبت کے سمندر کو بند کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔اس کے بعد پہلے دو بندوں میں بیانِ توحید باری تعالیٰ کے ساتھ ساتھ ذات خدا اور ذات مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رہبر دو جہاں جس نے پیدا کیا
جس کی تخلیق ہر دوسرا کی بنا
ہر ادا جس کی رہبرِ راہِ ھدیٰ
اسکی راہ کی غباروں پہ لاکھوں سلام

حضرت واصفؔ کے کلام میں ایک چیز بار بار دیکھنے کو ملتی ہے کہ جب بھی کسی کی تعریف وتوصیف کے لئے قلم اٹھاتے ہیں تو پہلے قصیدے کی طرح تشبیب وگریز کا سہارا لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا ودعا کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف سے اپنے قلم کو رواں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔اس مذکورہ سلام میں بھی حضرات خلفاء اور دوسرے اصحاب کے ذکر سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت وثنا میں اشعار کا نذرانہ پیش فرماتے ہیں۔ملاحظہ ہو:

عرش سے جس کے روضہ کی افضل زمیں
چومتی ہے جسے عرشیوں کی جبیں
جس چمن کی محبت ہے ایماں و دیں
اسکے پھولوں پہ خاروں پہ لاکھوں سلام

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو،اشاروں،حسن مطلب وحسن ادا کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

گفتگو میں تھا لہجۂ موج صبا
تھا خطابت یہ حسن بلاغت ادا
جن میں کرتا تھا وہ حسن مطلب ادا
ان کے اعلیٰ اشاروں پہ لاکھوں سلام

ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے الفاظ وجذبات کی خیرات لینے کے بعد چار بندوں میں اکٹھے چار یاران مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گلہائے عقیدت پیش کرتے ہیں۔ایک بند ملاحظہ ہو:

شانِ صدیقؓ و فاروقؓ ، عثمانؓ و علیؓ
اپنی خود مثل ہر جانشینِ نبی
جن سے گلزار دیں کی کھلی ہر کلی
ان مقدس بہاروں پہ لاکھوں سلام

اس کے بعد بالترتیب چاروں خلفاءِ راشدین کے کارناموں،فضائل اور جذبۂ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مخصوص انداز میں بیان کرتے ہیں،ساتھ ساتھ گاہے بگاہے تمام اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور خصوصاً سبط پیغمبر جناب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں گلہائے عقیدت نچھاور کرتے ہیں۔اب نمونے کے طور پر چند بند ملاحظہ ہوں:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ اور ایثار کو ذکر کرنے کے بعد سلام پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ثَانِی اثْنَیْنِ جس کو خدا نے کہا
وہ محبّ و حبیبِ حبیب خدا
جس نے سب کچھ نبی پہ نچھاور کیا
اس کے لاکھوں ایثاروں پہ لاکھوں سلام

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شان وعظمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آرزو جس کی کی،سرورِ انس و جاں
اولیں جس کی کعبہ میں گونجی اذاں
اور قرأت نے بدلا عمر کا جہاں
اس قرأت پہ پارِوں پہ لاکھوں سلام

اس ایک ہی بند میں جناب حضرت واصف صاحب نے بڑی خوبصورتی سے تین مختلف واقعات کی طرف اشارہ فرمایا ہے،بلاغت کی زبان میں جسے ''تلمیح'' کہتے ہیں،کم وبیش سارا سلام ''تلمیحات'' سے بھرپور ہے۔جگہ جگہ مختلف واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سلام عقیدت پیش

کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جس نے پیاسوں کو کنواں مہیا کیا
جس نے سامانِ جنگ لشکروں کو دیا
جس نے اپنوں سے جامِ شہادت پیا
اس کے زریں شعاروں پہ لاکھوں سلام

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شجاعت و بہادری کو سلام پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جو ہر اک پہ غالب تھا شیر خدا
عدو کے دیے جس نے ٹکڑے اڑا
جس نے مرحب کو واصلِ دوزخ کیا
اسکے سب کارزاروں پہ لاکھوں سلام

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے بے مثل کردار کو بھی کئی بندوں میں مختلف انداز میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:

دنگ تاریخ ہے جس کے کردار پر
اس جوانانِ جنت کے سردار پر
اس کے بے مثل جذبۂ ایثار پر
اسکے سب پیروکاروں پہ لاکھوں سلام

مہاجرین کی عظمت وشان سے کون واقف نہیں، قرآن نے بارہا ان کی شان کو بیان کیا اور ان کیلئے درجات کا اعلان کیا، حضرت واصف نے مہاجرین کی شان وعظمت کو اپنے سلام میں خصوصی جگہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

راہِ ہجرت میں جو دکھ اٹھاتے رہے
جو خدا کے لئے سر کٹاتے رہے
ان کے ہر حکم پر سر جھکاتے رہے
ان اطاعت شعاروں پہ لاکھوں سلام

مہاجرین کا ذکر ہو تو انصار کی جانثاری خود بخود ذہن میں آجاتی ہے، قرآن وحدیث میں جہاں مہاجرین کی شان کو بیان کیا گیا ہے وہاں انصار کی شان وعظمت کو بھی بیان کیا گیا۔ جناب حضرت واصف کنجاہی صاحب بھی اپنے طویل سلام میں مہاجرین کے بعد انصار کا ذکر کرتے ہیں:

اہل ہجرت کے ایثار کن میزباں
جن کو کہتے ہیں انصار، اہل جہاں
جو مواخات کے تھے حقیقی نشاں
ان نشانوں آثاروں پہ لاکھوں سلام

ایک صاحب کردار اور درویش صفت انسان کی طرح جناب واصف صاحب بغیر فرق کئے تمام اصحاب پیغمبر کی بارگاہ میں اپنی عقیدتوں کے پھول نچھاور کرتے ہیں اور عقائد اہلسنت کے مطابق فرق مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے درجہ بدرجہ ذکر کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں، خلفاء الراشدین، حضرت امام حسن، مہاجرین وانصار اور اصحاب صفہ کے ساتھ ساتھ جملہ صحابہ کرام کی بارگاہ میں سلام عقیدت پیش کرتے ہیں:

جن سے پاتی رہیں رفعتیں پستیاں
وہ صحابہؓ کی رفعت گزیں ہستیاں
چشمِ ساقی نے بخشیں جنہیں مستیاں
ان رفیع بادہ خواروں پہ لاکھوں سلام

صحابہ کرام کے بعد ان کی سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے اور ان کی زیارت سے مشرف ہونے والے تابعینِ عظام رضی اللہ عنہم اور ان تابعین کی اتباع میں زندگی کے شب و روز بسر کرنے والے تمام مومنین کو ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں:

جس قدر ہیں صحابہ کے حلقہ نشیں
اصطلاحِ شرع میں جو ہیں تابعیں
تابعین کے تابع ہیں جو اہل دیں
ان سبھی دینداروں پہ لاکھوں سلام

صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم کی جناب میں گلہائے عقیدت ومحبت پیش کرنے کے بعد امت مسلمہ میں رہبر و رہنما اور امت کو جادۂ حق پر گامزن کرنے والوں کو انتہائی خوبصورت انداز میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

وہ مشائخ جو ہیں اولیائے خدا
رہنمایانِ دیں، اتقیا اصفیا
جس کو کہتی ہے خلقِ خدا اولیاء
ان محبت شعاروں پہ لاکھوں سلام

اور آخر میں اپنے مرشد کریم اور اپنے سلسلہ طریقت کے تمام بزرگوں کی بارگاہ میں سلام پیش

کرتے ہیں اور اپنے آپ کو خواجگانِ نقشبند کے در کے گداؤں میں شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رہبر دو جہاں ہیں مرے پیشوا
نقشبندی طریقت کے سب اولیاء
جن کے در کا ہوں واصف میں ادنیٰ گدا
ان میرے تاجداروں پہ لاکھوں سلام

شعر کہنا ایک طرف، عجز و انکساری کا وافر حصہ بھی جناب واصف کنجاہی کیلانی کی بارگاہ میں آیا ہے۔ یقیناً یہ انہیں بزرگوں سے پختہ نسبت کی برکت تھی کہ حضرت واصف نے شریعت و طریقت کو اپنی شاعری میں یکجا کئے رکھا اور اپنے مرشد کریم حجۃ الواصلین جناب حضرت پیر سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں بیٹھ کر عقیدت و محبت کے انمٹ نقوش تحریر فرماتے رہے۔
اللہ تعالیٰ جناب غلام حسین واصف کنجاہی کیلانی کی لحد پر لاکھوں رحمتیں فرمائے۔ آمین!!

☆☆☆

منقبت نگار حضرت مولانا غلام حسین واصف کنجاہیؒ

محمد ابرار حنیف مغل
مدیر: ماہنامہ ''کاروانِ نعت'' لاہور

۱۸؍اگست ۱۹۸۱ء میں واصل بحق ہونے والے حضرت مولانا غلام حسین واصف صاحب پر مجلّہ ''نورِ نعت'' کا واصف کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ خصوصی نمبر شائع کرنا ہر اعتبار سے قابلِ ستائش ہے۔ آج کے دورِ فتن میں اپنے اسلاف کو اس انداز میں خراجِ تحسین پیش کرنا جہاں انکے ذکر کو بلند کرتا ہے۔ وہاں نسلِ نو کو بھی انکے فکر و فن سے شناسا کرتا ہے۔ اس لیے میں ابتداء میں ہی اس مجلّہ کی اشاعت پر مدیرانِ نورِ نعت جناب محمد قاسم کیلانی اور محمد عبدالغفار نوری کو دِلی مبارک پیش کرتا ہوں۔

نعت کی توفیق کے لیے بارگاہِ مالکِ کائنات میں ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی'' کی عرض پیش کرنا ضروری ہے۔ اور جس کو بھی اس کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔ ربِ کائنات کی غیرت کا تقاضا ہے کہ جو اس کے محبوب کی جناب میں سلامتی کا خواستگار ہو، اس کو بھرپور عطا کرے اور وہ ایسا ہی کرتا ہے۔ دُرودوں کے گجرے قبولیت کے درجے تک پہنچتے ہی عطاؤں کی بارش کا سبب بن جاتے ہیں۔ اور انسان اپنی تمام تر مادی بیماریوں کے باوجود اپنے آپ کو دہلیزِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ ناز میں متوجہ پاتا ہے۔ ایسے میں انسان جب اپنی ''کوتاہ نظری'' کی طرف دیکھتا ہے تو شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح جب رجوع الی اللہ کی دولت نصیب ہوتی ہے تو بے اختیار ''سبحان اللہ'' پکار اٹھتا ہے۔ ایسے ہی خوش بخت لوگوں میں شمار ہوتا ہے غلامِ سرکارِ کیلانی رحمۃ اللہ علیہ عظیم نعت و منقبت نگار عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جناب حضرت مولانا غلام حسین واصف کنجاہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا، جو اپنی عاجزی کا اظہار اور اپنے مرشد پاک کی شان کچھ اس انداز میں بیان کرتے ہیں: جب میں اپنے سائیوں کے روضہ اقدس کے پاس دوزانو بیٹھ جاتا ہوں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان سے اشعار کی بارش برسنا شروع ہو جاتی ہے۔ ''جہانِ درویش'' آپ کا مجموعہ کلام ہے ۔ (جو کہ اب نایاب ہے) ویسے تو اس مجموعہ میں نعوت و مناقب اور دیگر کلام بھی ہے۔ مگر آج ہم بات کریں گے آپ کی عقیدت و محبت کا اظہار بحضور یارانِ سیدِ ہر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

محبت کا جادو جب سر چڑھ کر بولتا ہے تو اسکی گرمی شاہراہِ عشق کا مسافر بنا دیتی ہے۔ اور جب یہ مسافر اپنی منزل کو قریب پاتا ہے تو اس کا جذبہ دیدنی ہوتا ہے۔ اسی لئے واصف رحمۃ اللہ علیہ سیدنا

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ عالی میں یوں رقمطراز ہیں:

عشق کا قافلہ سالار صدیق اکبرؓ
عزم و ہمت کا ہے کوہسار صدیق اکبرؓ
جس نے محبوب پہ ہر چیز نچھاور کر دی
ہے وہ ایثار کا شاہکار صدیق اکبرؓ

انسان کو جس ہستی سے محبت ہو جاتی ہے پھر اس محبت کا تقاضا ہوتا ہے کہ انسان ہر اس چیز یا شخص سے اسی طرح محبت کرے جس طرح وہ ہستی ان چیزوں کو اہمیت و توجہ دیتی ہے۔ اسی اصول کے تحت حضرت واصف رحمۃ اللہ علیہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یارِ غار اور سفر و حضر کے ساتھی جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خراج محبت و مؤدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

دیدِ فطرت کا ہے آئین صدیق اکبرؓ
چہرۂ ملت کی تزئین صدیق اکبرؓ
ثانی اثنین کہا جس کو خدا نے واصف
ہے وہ محبوبِ شہِ دین صدیق اکبرؓ

اسی طرح حضرت واصف رحمۃ اللہ علیہ مناقبِ یارانِ سید ہر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں اپنی محبت و عقیدت کے موتی بکھیرتے ہیں ویسے تو ایک ایک شعر اپنے اندر سمندر کی سی گہرائی لئے ہوئے ہے لیکن میں یہاں اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان مناقب سے چند اشعار درج کر رہا ہوں۔ میں امید کرتا ہوں اہل فکر و فن اس سے بخوبی اندازہ کر سکیں گے کہ آج جس غلامِ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہم خراج تحسین پیش کرنے جا رہے ہیں وہ اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کرنے والوں سے کس درجہ عقیدت رکھتے ہیں:

عشق کی دنیا کا شہباز فاروق اعظمؓ — مصطفیٰ کا یار جانباز فاروق اعظمؓ
جس کا ہمشیر کی قرأۃ نے مقدر بدلا — ہے وہ قرآن کا اعجاز فاروق اعظمؓ

☆☆☆

سورج ہے یا ضمیر ہے عثمان غنیؓ کا — دل مطلع تنویر ہے عثمان غنیؓ کا
ہر اک ادا نظیر ہے حب رسولﷺ کی — کیا عشق بے نظیر ہے عثمان غنیؓ کا

☆☆☆

ایمان کی دلیل محبت ہے علیؓ کی — ہر قلب مسلمان میں الفت ہے علیؓ کی
خلفائے ثلاثہ کا بغض نار جہنم — اور ہاویہ کی آگ عداوت ہے علیؓ کی

☆☆☆

حضرت واصف کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ کا فکر وفن

منظرؔ عارفی (کراچی)

صوفی کی دنیا نہ صرف نرالی ہوتی ہے بلکہ عجیب وغریب بھی ہوتی ہے۔اس کا کھانا، پینا، رہن سہن، نشست و برخاست، گفتگو وخاموشی، فکر وفہم، خلوت و جلوت اور اگر اللہ تعالیٰ نے اسے طبعِ موزوں کی صلاحیت سے بھی نواز دیا ہے تو اس کی ''شاعری'' وغیرہ وغیرہ، کوئی چیز بھی (الا ماشاءاللہ) ایسی نہیں ہوتی جسے درسیات کا عالم اپنے غیر متزلزل پیمانوں سے ناپ سکے۔یہی وجہ ہے کہ یہ مقولہ زبان زد عام ہے کہ ''فقیر کو نہ چھیڑ''۔

فقیر یا عرفِ عام میں ہم جسے صوفی کہتے ہیں چھیڑنے کی چیز ہے بھی نہیں۔عافیت اسی میں ہے کہ صوفی کی جتنی بات سمجھ میں آجائے اُسے مان لے۔جتنی سمجھ میں نہیں آتی اسے صدہا پہلوؤں سے سمجھنے کی کوشش کرے اور کرتا رہے۔صوفی کو طے شدہ پیمانوں سے ناپنے اور ثابت شدہ ترازو سے تولنے سے خیر تو ہاتھ آتی نہیں البتہ عافیت ضرور خطرے میں پڑ جاتی ہے۔جو سخت موجبِ نقصان وخسران ہے۔

یہ جو چند جملے میں نے صوفی کے حوالے سے لکھنے کی جرأت و جسارت کی ہے اُس صوفی کے لیے ہیں جو حقیقتاً صوفی ہے۔ورنہ جٹا دھاریوں کو تو خود صوفیا نے اپنے گروہِ شیشہ گراں میں کسی طور برداشت نہیں کیا ہے اور یہی ان کا حق ہے۔

آستانۂ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف سے وابستہ عظیم شاعر ونعت نگار مولانا غلام حسین المتخلص واصف کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں جو ضخیم مجلّہ بنام ''نورِ نعت ...... واصفؔ کنجاہی نمبر'' زیرِ ترتیب ہے اس پر حضرت واصف کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ کی فکر وفن پر مضمون لکھنے کی دعوت مجھے برادرم محمد قاسم کیلانی (نقیبِ محفلِ نعت) نے بذریعہ مکتوب دی۔میں اس منصب کا نہ پہلے اہل تھا نہ آج اہل ہوں۔اور صوفیاء کی شاعری اور وہ بھی نعتیہ اور منقبتی شاعری پر کچھ بھی لکھنا نہ پہلے میرے بس میں تھا نہ آج میرے بس میں ہے۔کیونکہ میں جو کچھ بھی لکھوں گا وہ طے شدہ پیمانوں سے ناپ کر اور ثابت شدہ ترازو میں تول کر ہی لکھوں گا اور یہی چیز صوفی کو چھیڑنے والی بات بن جائے گی۔یہ کارِ شیشہ گری جن کا منصب ہے وہ کریں جو اس جنگ کو لڑنا جانتے ہیں وہی اس میدان میں اتریں، میں کمزور -

عاجز منظر عارفی تحسین وتبریک کی چند سطور لکھ کر حضرت واصف کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں حاصل کر کے اپنا دین اور اپنی دنیا سنوارنا اور محفوظ رکھنا چاہتا ہوں اور بس۔

حضرت واصف کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ کا اسمِ گرامی مولانا غلام حسین، تخلص واصفؔ، اور قلمی نام واصف کنجاہی ہے۔ آپ یکم اکتوبر ۱۹۱۳ء کو موضع جلیانی ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ گجرات کے قدیم علمی وادبی مرکز قصبہ کنجاہ سے تعلیم حاصل کی۔ محکمۂ روڈز اینڈ بلڈنگز میں بطور انسپکٹر خدمات سر انجام دیں۔ لیکن بہت جلد ملازمت کو خیرباد کہہ دیا۔ اور اپنے پیر ومرشد شمس العارفین، سراج السالکین اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اور بقیہ عمر اپنے پیر ومرشد اور آپ کی اولادِ پاک کی خدمت میں گزار دی۔

آپ کو واصفؔ تخلص آپ کے پیر ومرشد حضرت سید نور الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہی نے عطا فرمایا تھا۔ آپ کا مجموعۂ کلام "جہانِ درویش" کے نام سے کافی عرصہ پہلے شائع ہوا تھا جواب ناپید ونایاب ہے۔ "جہانِ درویش" نعتِ رسول مقبول صلی اللہ عیہ وسلم مناقب اہلِ بیتِ پاک وصحابۂ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین، امہات المؤمنین مشائخِ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ اور مرشدِ کریم کی شان میں منظوم خراجِ عقیدت پر مشتمل ہے۔

حضرت واصف کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸/اگست ۱۹۸۱ء کو اپنے خالقِ حقیقی کے حضور مراجعت فرما ہو گئے۔ دربارِ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف میں اپنے پیر ومرشد کے قدموں میں استراحت فرما ہیں۔ آپ کے کلام پر رنگِ تصوف اور صحبتِ شیخ کا اثر غالب ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ "میں جب اپنے سائیوں کے روضۂ اقدس کے پاس دوزانو بیٹھ جاتا ہوں تو آپ کے فیضان سے اشعار کی بارش برسنا شروع ہو جاتی ہے۔

یہ تو تھا حضرت واصف کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر سا تعارف، جس کے بغیر اس قسم کی کوئی بھی تحریر مکمل نہیں سمجھی جاتی۔ نمونے کے طور پر میرے پاس حضرت واصف کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ کی صرف چار اردو نعتوں کی فوٹو کاپی موجود ہے۔ جو غالباً کتاب کے صفحہ نمبر ۳۵ تا ۴۳ تک طبع ہیں۔ ایک نعت فارسی زبان میں ہے جس سے میں مطلق نابلد ہوں۔

حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کا قولِ مبارک ہے کہ "جس طرح پھل بتاتا ہے کہ اس کا درخت کیسا ہوگا اسی طرح درخت بتا دیتا ہے کہ اس کا پھل کیسا ہوگا۔" (اوکما قال عیسیٰ علیہ السلام)

حضرت واصف کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ کا مجموعۂ کلام "جہانِ درویش" بمنزلہ درخت کے ہے اور اس میں موجود اشعار بمنزلہ پھل کے ہیں۔ سو حضرت کا جتنا کلام میرے مطالعے میں آیا بتا رہا ہے کہ جس کا یہ پھل ہے وہ درخت کیسا ہوگا۔ چار اردو نعتوں کے ۵۴/اشعار کے مطالعے سے حضرت واصف کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ کی "جہانِ درویش" کی مکمل تصویر سامنے آجاتی ہے۔

حضرت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ہر بگڑا کام سنورتا ہے ہر مشکل حل ہو جاتی ہے
ہر ایک مصیبت میں جب بھی ہم اُن کو پکارا کرتے ہیں

حق کی تخلیق کا شہکار ہے ہستی تیری
حق کی قدرت کا ہے شہکار مدینہ تیرا

☆☆☆

حضرت غلام حسین واصف کنجاہیؒ

غوث میاں
(حضرت حسان حمد و نعت بک بنک، کراچی)

مجھے جان کر خوشی ہوئی کہ آپ عظیم نعت گو شاعر مولانا غلام حسین واصف کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک نمبر شائع کر رہے ہیں جس سے نہ صرف ان کی یاد تازہ ہوگی بلکہ ان کی نعتیہ شاعری کی خوشبو اپنی مہک سے دور دور تک غلامان رسول کے دل و دماغ کو معطر کرے گی کیونکہ واصف کنجاہی نے نعت لکھنے سے پہلے اپنے قلم کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سمندر میں ڈبویا ہے اور ساتھ ہی اپنے پیر و مرشد محترم سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں بیٹھ کر ان کے فیضان نظر سے بھی فیضیاب ہوئے ہیں۔

مولانا غلام حسین واصف کی نعتیہ شاعری کو جب دیکھتے ہیں تو ان کی شاعری میں قرآن وحدیث کے رنگ نظر آتے ہیں ان رنگوں کو انہوں نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ اپنی شاعری میں استعمال کیا ہے جس سے ہمارے ایمان کو تازگی ملتی اور عظمت رسول کے چراغ دل میں مزید لَو دینے لگتے ہیں ان کی نعتیہ شاعری کا ایک رنگ دیکھئے:

قرآن جس کی شان میں مدحت سرا ہوا
کہنے سے جس کو ''راعنا'' اللہ خفا ہوا
جس کے حضور بولنا اونچا خطا ہوا
اپنے سا اس کو جاننا کیسے روا ہوا
لازم ادب ہے شان رسالت پناہ میں
قدسی بھی دم بخود ہیں جس بارگاہ میں

مولانا الطاف حسین حالی نے نعتیہ شاعری کے افق پر نعت کے جو نئے دیئے جلائے تھے وہ آج بھی روشنی دے رہے ہیں اور ان کی نعتوں کی گونج برسوں برس بعد بھی ایوان نعت میں کم نہیں ہوئی بلکہ مولانا حالی کی نعتیں شاملِ نصاب ہیں، مولانا واصف کی نعتوں میں بھی مولانا حالی کی جھلک نظر آتی ہے ذرا ملاحظہ کریں:

ظلمت کو جس نے نور کی تنویر کر دیا
جس نے غبار راہ کو اکسیر کر دیا
بندوں کو جس نے صاحب توقیر کر دیا
جس نے نیا جہان اک تعمیر کر دیا
بے عقل تھے جو صاحب تدبیر بن گئے
بندے خدا کے مظہر تقدیر بن گئے

☆☆☆☆

بگڑے ہوؤں کے ایسے مقدر بنا دیئے
بھولے ہوئے تھے راہ جو رہبر بنا دیئے
بے رحم تھے جو رحم کے خوگر بنا دیئے
بدتر تھے جو جہاں سے برتر بنا دیئے
پھیلی جہاں میں نکہتیں روح شمیم سے
دل موہ لیے حضورؐ نے خلق عظیم سے

☆☆☆☆

جس نے دلوں کو مخزن اسرار کر دیا
ظلمت کدوں کو مرکز انوار کر دیا
باطل کو جس نے حق کا پرستار کر دیا
جس ناخدا نے ڈوبتوں کو پار کردیا

جب تک ہمارے دل میں محبت اہل بیت اور عظمت صحابہ کرام موجزن نہ ہو تو ہمارا ایمان کامل نہیں ہوسکتا اسی طرح نعتیہ شاعری کے ساتھ شان اہل بیت اور صحابہ کرام کا تذکرہ نہ کیا جائے تو بات ادھوری رہ جاتی ہے۔

واصف کنجاہی بھی آل نبی کی محبت کی دعا کرتے نظر آتے ہیں:

مجھ پہ کرم اے میرے رب مجیب کر
آل نبیؐ کی مجھ کو محبت نصیب کر
ارزاں مجھے بھی دولت عشق حبیب کر
گلزار مصطفیٰ کا مجھے عندلیب کر
نعت رسول پاکؐ میرے دل کا چین ہو
مجھ پہ کرم یہ صدقۂ حسن و حسین ہو

☆☆☆☆

عثمانؓ کو جس نے معدن حلم و حیا کیا
مولا علیؓ کو مرتضیٰ شیر خدا کیا
جس نے حسنؓ کو صاحب عفوو عطا کیا
جس نے حسینؓ رہبر صبر و رضا کیا

مولانا غلام حسین واصف کا نام نعت کی بزم میں یونہی جگمگاتا رہے گا کیونکہ ان کی نعتیہ شاعری محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آئینہ دار ہے اللہ تعالی واصف کنجاہی کی قبر کو نور سے بھر دے اور ان کے درجات بلند کرے۔آمین!!

اوران سب حضرات کو دنیاو آخرت میں اس کا اجر ملے جو حضرت واصف کنجاہیؒ کا نورِ نعت نمبر شائع کر کے نعتیہ ادب کی خدمت کر رہے ہیں۔

☆☆☆

حضرت واصف کنجاہیؒ اور توصیفِ خلفائے راشدینؓ

حافظ ممتاز علی نعیم سلطانی
چشمہ فیضان سلطانی راجہ چوک، حافظ آباد

ترویجِ شریعت و نفاذِ اسلام کے سلسلے میں تمام سلاسلِ طریقت اور مشائخ طریقت کا کردار ہر دور میں مثالی رہا ہے۔ تمام سلاسل، سالک کو جادۂ شریعت و صراط مستقیم پر گامزن کرنے کی ترویج و رغبت دلانے کے ساتھ ساتھ راہنما اصول بھی فراہم کرتے ہیں۔ فلاح انسانیت اور احیائے سنت کے اسی منشور کا مظہر کامل آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ہے۔ جہاں اعلیٰ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا و مولانا حضور شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری قدس سرۂ العزیز کے دست مبارک سے روشن ہونے والے چراغِ ہدایت، منارۂ نور، سراج العارفین، سلطان الاولیاء حضور پیر سید نور الحسن شاہ بخاری قدس سرۂ العزیز کی جلیل القدر اور رفیع المرتبت ہستی آرام فرما ہے۔ آپ ہی کے فیوضات کا تسلسل مخدوم المشائخ مقبول بارگاہ رسالت حضور قبلۂ عالم پیر سید محمد باقر علی شاہ بخاری قدس سرۂ العزیز اور موجودہ سجادہ نشین آفتاب طریقت و شریعت عالمی مبلغ اسلام حضور پیر سید عظمت علی شاہ صاحب بخاری المعروف قبلہ چن جی سرکار کی ذوات مقدسہ میں جلوہ گر ہے۔ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف سے عوام الناس سے لے کر علمائے کرام کا کثیر طبقہ فیضیاب ہے اور تا حال یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف سے ہر سالک، ہر طالب اور زائر کو درس ادب اور تحفظ عقائد کی دولت نصیب ہوتی ہے۔

زیرِ نظر مضمون صاحب آستانہ سے فیض یاب و فیض بار، شاعر دربارِ رسالت مداح اصحاب رسول و اولادِ بتولؓ، فنافی المرشد حضرت مولانا غلام حسین واصف کنجاہیؒ کی توصیف و مدحت خلفائے راشدین پر مشتمل ہے۔

یوں تو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صحابی اصحابی کالنجوم کا مصداق ہے۔ لیکن خلفائے راشدین کا مقام و مرتبہ، عزت و شوکت اور قدر و منزلت سب سے جدا ہے۔

وہ عظیم نفوس قدسیہ انتخاب نگاہِ نبوت ہیں۔ عاشقانِ ماہِ رسالت ہیں، فرمان حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ: ابوبکرؓ و عمرؓ میرے زمین پر دو وزیر ہیں اور جبریلؑ و میکائیلؑ آسمان پر دو وزیر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل ابوبکرؓ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت عمر رضی اللہ عنہ ہیں سب سے حیادار عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ بیشتر صوفی شعراء نے خلفائے راشدین کی پاک اور منزہ بارگاہوں میں اپنے ایمان کا اظہار یہ اپنے اپنے انداز میں پیش کیا ہے۔

حضرت واصف کنجاہی کی مناقب در شان خلفائے راشدین جملہ فنی، مذہبی، لسانی، ملی، ادبی اور اخلاقی تقاضوں کو پورا کرتی ہیں ان کی مناقب امت کو در صحابہ سے جوڑنے کی ایک احسن کوشش کی صورت میں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ پیشتر اشعار تاریخی حقائق اور فنی تلمیحات پر مبنی ہیں۔ ان مناقب کا مطالعہ یقیناً مسلمان قارئین کے دلوں میں محبت چار یار کے چراغ روشن کر دیتا ہے حضرت واصف کنجاہیؒ کی عقیدت ولگن ان اشعار میں پوری تابانی ورعنائی کے ساتھ جلوہ گر ہے دیکھئے! جناب سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ارادت ومحبت کے پھول پیش کرتے ہیں:

وہ ہر ذی جاہ سے افضل وہ ہر انسان سے افضل
محمد مصطفیٰؐ کل عالمِ امکان سے افضل
ہے بعد از انبیاء صدیق ہر انسان سے افضل
وہ ہے ایمان میں ہر اول الایمان سے افضل
محمد مصطفیٰ کا وہ حقیقی جانشیں پہلا
مسلمانانِ عالم کا امیر المومنیں پہلا

ان کی یہی عقیدت ومحبت جہانِ درویش کے ورق ورق پر تابندہ ودرخشاں نظر آتی ہے۔ مسلک حق اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب واحترام اور ان کی عزت ومحبت ایمان کے کامل ہونے کا ثبوت ہے۔ ہمارے ایک ہاتھ میں دامن آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور دوسرے ہاتھ میں دامنِ صحابہ ہے اور یہی ہماری بخشش ونجات کے دو وقیع ذریعے ہیں۔

جناب واصف کنجاہی کا نذرانۂ عقیدت ملاحظہ ہو:

اہل اسلام کی توقیر فاروق اعظمؓ
عظمت دین کی تصویر فاروق اعظمؓ

☆☆☆

سورج ہے یا ضمیر ہے عثمان غنیؓ کا
دل مطلعِ تنویر ہے عثمانِ غنیؓ کا

اس شعر میں تو قبلہ واصف کنجاہی نے اپنا سچا، سُچا، نکھرا، ستھرا، پاک، پوتر عقیدہ بتا کر دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ ان کے حسن اظہار اور طرز گفتار پر ایک عاشق کا دل یقیناً عش عش کر اٹھتا ہے۔

خلفائے ثلاثہ کا بُغض نارِ جہنم
اور ہاویہ کی آگ عداوت ہے علیؓ کی

حضرت واصف کنجاہیؒ کے کلام کو پردۂ اخفا سے نکال کر منظرِ عام پر لانے پر نوجوان اسکالرز، چراغ ہائے آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف محمد عبدالغفار نوری اور محمد قاسم کیلانی کو تہہ دل سے مبارکباد کا ہدیہ پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ حضرت واصف کنجاہی کی پرنور قبر پر مزید انوار و تجلیات کی بارش برسائے اور اس غریب پرور آستانے کو صبح قیامت تک آباد رکھے اور ہر خاص و عام کیلئے فیض رساں بنائے رکھے۔

بقول عارف کھڑی:

سدا بہار رہوے اس باغے کدی خزاں نہ آوے
ہوون فیض ہزاراں تائیں ہر بھکھا پھل کھاوے

آمین!!

☆☆☆

عاشقِ سرورِ کونین، حضرتِ واصف کنجاہیؒ

محمد ساجد ڈھلوں نوری
(ریٹائرڈ: وارڈن آفیسر، لاہور)

اس ناچیز کو تو یوں لگتا ہے کہ جس طرح میثاق انبیاء علیہم السلام میں نبی مکرم و محتشم و باعثِ تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف اور ان کی آمد کا ذکر کرتے رہنا ہر نبی کی ذمہ داری قرار پائی اسی طرح عالم ارواح کے اندر ہی ان حضرات کا بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انتخاب فرمایا جن کے حصے نعتیہ شاعری آئی، چونکہ نعت کہنا سنت رب العزت ہے اس لئے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کام کسی کاوش کا نتیجہ نہیں بلکہ عطائے الٰہی ہے، انہی خوش نصیبوں میں سے غلام حسین واصف صاحب کی شخصیت بھی ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ایسے سرشار نظر آتے ہیں کہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سے مس شدہ ہر چیز سے بھی والہانہ محبت وعقیدت رکھتے ہیں جس کا اظہار کچھ یوں کرتے ہیں:

مرا سر ہو اور خاک پاک مدینہ
نہ میں تاج چاہوں نہ مانگوں خزینہ
لٹاؤں گا کب خاکِ طیبہ پہ سجدے
بر آئے گی کب آرزوئے مدینہ

تاجدارِ کائنات و ہر زمن صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے جو وادی یثرب کے نام سے پہچانی جاتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد مدینہ منورہ میں تبدیل ہو گئی، ہر عاشق اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کو اس پرفضا، دلربا اور حیات بخش سرزمین سے اسی لئے تو انس و الفت ہے کیونکہ سرور قلب و سینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں مسکن ہے اور اس جگہ کے چند لمحے جسے میسر آجائیں وہ لحات ناقابل بیان صرف محسوس ہی کیے جا سکتے ہیں دیکھئے واصف کنجاہی صاحبؒ بھی کیا خوبصورت بیان فرما رہے ہیں:۔

میری دنیا میری سرکار مدینہ تیرا
تیرے بلبل کا ہے گلزار مدینہ تیرا

میں ترس جاتا ہوں جب دیکھنے والے دیکھوں
تیرے کوچے ترے بازار مدینہ تیرا

کشتۂ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا وسیلہ واصفؔ صاحب، جناب پیرومرشد کو سمجھتے ہیں اسی لئے لکھتے ہیں:

نورالحسنؒ کے نور سے چمکے ترے نصیب
واصفؔ کرم ہے تم پہ بے حساب نورؒ کا

جیسا کہ میں اوپر عرض کرچکا ہوں کہ نعت گوئی اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا سے ہے اور ہر شاعر کو اپنی عجز وانکساری قائم رکھنے کیلئے اس کا برملا اظہار بھی کرنا چاہئے اس طرح جناب واصفؔ کنجاہیؒ بھی رقم طراز ہیں:۔

کرم نے تیرے کر دیا تیرا واصفؔ
تھا کب اس شرف کے یہ قابل کمینہ

قرآن مجید میں خالقِ کائنات نے فرمایا، جس کا مفہوم کچھ یوں ہوسکتا ہے کہ اے ایمان والو! جو اپنی جانوں پہ ظلم کر بیٹھو تو میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں آ کے عرض کرو اور اگر وہ تمہارے لئے بخشش کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ کو ضرور بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا پاؤ گے، اس مفہوم کو واصف صاحب نے بڑے خوبصورت انداز میں بیان فرمایا ہے:۔

بخشش سے بدلتی ہے تعزیر مدینے میں

ہر کسی کو اپنا اپنا کردار ادا کر کے واپس تو جانا ہی ہے، غلام حسین واصفؔ صاحب بھی اس دار فانی سے کوچ فرما گئے اور پیرومرشد کے قدموں میں استراحت فرما رہے ہیں اللہ تعالیٰ انکی آرام گاہ پہ کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے۔ آمین!!

☆☆☆

بلبل بستانِ نور حضرت غلام حسین واصف کنجاہیؒ

(محبت مرشد و اولاد مرشد)

ذکاء اللہ آثر (حافظ آباد)

قدوۃ السالکین، حجۃ الکاملین، سند الواصلین، مظہر علوم خفی وجلی الشیخ حضرت سید نورالحسن شاہ بخاری قدس سرہٗ العزیز سلسلہ نقشبندیہ کے ایک عظیم روحانی بزرگ ہیں۔ آپ کا مزار پُر انوار حضرت کیلیانوالہ شریف نزد علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ میں مرجع و بوسہ گاہِ خلائق ہے۔

آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف شریعت وطریقت کا بے مثل اور عظیم روحانی مرکز ہے اس سرچشمۂ نورِ وحدت سے عوام الناس کے علاوہ ہمہ اوقات سینکڑوں علمائے کرام، مشائخ عظام اور سالکانِ جادۂ معرفت شروع ہی سے علمی، دینی اور روحانی تعلیمات کی ایک لازوال متاعِ بے بہا اور فیضان محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالواسطہ نورانی فیوض وبرکات کو اپنے دامنِ شوق ومحبت میں سمیٹتے چلے آرہے ہیں۔ موجودہ عصری تقاضوں سے ہم آہنگ اسلام کی تبلیغ واشاعت کا ایک عظیم اور تعلیم پرور سلسلہ اس وقت اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ دنیائے عالم میں سرگرم ہے۔

اس آستانِ نور سے جہاں لاتعداد خلق خدا نے اکتساب فیض کیا ہے۔ وہاں ایک چمکتا اور دمکتا ہوا نام اس لافانی اور باکمال شخصیت کا بھی ہے۔ جسے تاریخ عالم کے اوراق میں اگر عطر فشاں الفاظ کے لبادہ میں ملفوف کر کے بھی محفوظ کر دیا جائے تو شاید مطمعٔ نظر کی تشنگی ابھی باقی ہو۔

آفتاب ولایت کی مسلسل برستی پُرنور کرنوں سے اپنے پیکر خاکی کو منور و درخشاں کرنے والا، وہ کشتۂ مکتب تسلیم ورضا، اسیر گیسوئے عشق، وارفتۂ عالم بے خودی، مسافر راہ حقیقت، وقار حلقۂ مریدین صادقاں، مادحِ سرورِ کونینؐ، واصف مقبولانِ بارگاہ حق یعنی بلبلِ بستانِ نور حضرت غلام حسین واصف کنجاہیؒ ہے۔ حضرت غلام حسین واصف کنجاہیؒ تمام عمر اپنے مرشد کامل حضرت سید نورالحسن شاہ بخاری قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں بصد عجز و نیاز حاضری دیتے رہے۔ آپ کے مرشد پاکؒ نے ہی آپ کو "واصف" کا لقب عطا فرمایا۔

شیخ کامل کی خصوصی توجہ نے حضرت واصف کنجاہیؒ کو کندن بنا کے رکھ دیا۔ اور آپؒ کی دعا سے اس غلام کو ایسی قوت گویائی اور انداز تکلم عطا ہوا کہ حضرت واصف کے گلستان تخیل میں لاتعداد گلہائے عقیدت ومودت کھل اُٹھے جن کی خوبصورت رنگت ونکہت میں ہمیشہ کیلئے تازگی بھر دی گئی۔

حضرت واصف کنجاہیؒ کا مجموعۂ کلام ''جہان درویش'' واقعی علم شریعت، رموزِ حقیقت، نکتہ ہائے عشق و مودت، ظہورِ رازہائے چمنستانِ عقیدت اور کیف وسرور معرفت کا پُر ہدایت اور عطر بیز مرقع ہے۔ جو بالحقیقت شیخِ کامل کے فیض باکمال اور نظرِ عاطفت کا عکس نور ہے۔

حضرت واصف کنجاہیؒ نے جہاں حمد، نعت، سلام، مناقب، مسدس، رباعیات اور دیگر اصناف نظم میں بھرپور طبع آزمائی فرمائی ہے وہاں آپ نے اپنے مرشدِ کامل کی اولادِ پاک کی مدحت سرائی میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

''آرزو'' کے عنوان سے...... قبلہ اباجی حضور الحاج پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سفر ''مری'' کے موقع پر لکھی گئی ایک مسدس کے چند بند جن میں وہ اپنے مرشد کریم کی محبت میں گم دنیا و مافیہا کے تعلقات سے کٹ کر صرف اور صرف اپنے شیخ کاملؒ اور ان کی اولاد پاک کا ہی غلام ہونے کی آرزوئے بیش بہا اپنے سینے میں رکھے ہوئے ہیں...... ملاحظہ ہو:

مبارک! اے رنگیں ''مری'' کی بہارو!
مبارک! اے حسن آفریں سبزہ زارو!
مبارک! اے فردوس منظر نظارو!
مبارک! اے پر خم حسیں راہ گزارو!
پئے خوش خرامی ہر اک گام ان کا
مبارک تمہیں جلوۂ عام ان کا

وہ ساون کی سر سبز ہر شے سہانی
وہ نوخیز پھولوں کی اُٹھتی جوانی
وہ کلیوں کی منہ بولتی بے زبانی
یہ کس کی ہے آمد کی ہر شے نشانی
وہ کرتی ہے کچھ چشمِ نرگس اشارہ
سنبھلنا! ذرا! اہل ذوق نظارہ

کوئی ان کا جلوہ نظر ہو تو دیکھے
کوئی اہل دل دیدہ ور ہو تو دیکھے
کوئی دیکھنے کو ہنر ہو تو دیکھے
میسر جو نورِ بصر ہو تو دیکھے
بصیرت پہ مبنی ہے پہچان ان کی
ہو عارف تو دیکھے کوئی شان ان کی

"مری"! ضوفگن ہیں افق پہ تمہارے
یہ حسنین کے نور کے چاند تارے
ترستے ہیں ان کی نظر کو نظارے
چمکتے ہیں ان کی ضیا سے ستارے
"مری"! ان کے جلوے تھے مقدور تجھ کو
کہ ہونا تھا یوں رشکِ صد طور تجھ کو
نہ کیوں تخمِ عشق ان کا سینے میں بولوں
اک اک ان کا جلوہ نظر میں پرو لوں
انہیں اپنے میں جان و دل میں سمولوں
میں کٹ جاؤں سب سے فقط ان کا ہو لوں
مٹا دے مجھے عشق واصفؔ مٹا دے
میری آرزو کو حقیقت بنا دے

حضرت واصفؔ کنجاہی کا دل اپنے مرشد کاملؒ کی فرمانبرداری، محبت اور عشق و مودت سے معمور ہی نہیں بلکہ ہرلحہ ان کے پیکر اطہر سے پھوٹنے والی نورانی کرنوں اور مہک فشاں حسن تکلم پر فدا ہونے کو تیار ہے۔ وہ باتوں باتوں میں اپنے محبوب کو نشانہ بنا کر اپنے اندر کی آواز کو لفظوں کا ضیا بار لباس عطا کرتے ہوئے ایک خوبصورت آبشار کی روانی کی طرح تخیلات کی پرواز سے تابندہ و درخشندہ ستاروں کی کہکشاں کو ترتیب دیتے ہی چلے جاتے ہیں۔ اپنے شیخ کاملؒ کی نسل پاک کے ایک ایک فرد کی محبت میں اس قدر مستغرق نظر آتے ہیں کہ گویا انہیں:

تجلی تری ذات کی سو بہ سو ہے
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

کے مصداق اپنے شیخ کاملؒ ہی کی تصویر پرانوار دکھائی دیتی ہے۔ قبلہ "چن جی حضور" مدظلہ العالی کی علالت کے موقع پر پیش کی گئی ایک خوبصورت نظم کا نمونہ جس میں اولاد پاک سے محبت کا ایک دلفریب انداز جو حضرت واصفؔ کنجاہیؒ کے دستگاہِ وجود سے والہانہ طور پر بے ساختہ ظہور پذیر ہوتا دکھائی دیتا ہے۔

کیا جانے راز ڈاکٹر یہ ہسپتال کا
بیمار ہے طبیب مریضانِ حال کا
دانا سے پوچھیے ذرا اس نونہال کا
بخشا ہے حق نے شان اِسے کس کمال کا

ہر اک کو درس زندگی دیتا ہے آج بھی
نہا کھویا کشتیاں کھیتا ہے آج بھی
بے آسروں کو اس کے سہارے کی آس ہے
ہاں ڈوبتوں کو اس سے کنارے کی آس ہے
بے چارگی میں مجھ سے بے چارے کی آس ہے
نہا یہ رہبر تھکے ہارے کی آس ہے
بھٹکے ہوؤں کو راہ پہ لاتا ہے آج بھی
منزل پہ کارواں کو لے جاتا ہے آج بھی

واصفؔ باکمال، واصفؔ بے مثال، واصفؔ کیف وسرور، واصفؔ گلشن نور کے دریائے محبت کی موجیں سمٹنے نہیں پاتیں بلکہ مسلسل اپنی روانی کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔اس عاشق صادق کی صدائے دلنواز، سوز وگداز کے مسحور کن نشتر سے وار کرتے ہوئے سالکانِ راہ طریقت کے سینوں سے اٹھنے والے نغمہ ہائے ہجر وفراق کو آب دینے کا کام کرتی ہے۔

حضرت واصفؔ کنجاہی اپنے حصار وجود میں مقید ایک ایسا مستِ بادہ الست ہے جس کا اختیار، جس کی سوچ، جس کا جذب دِروں، جس کا راز جنوں، جسکی خاموشی، جس کا اظہار سخن اس کے محبوب کی رضائے حق پر ہے یہی وجہ ہے کہ وہ ہر سانس اپنے محبوب کی محبت اور ذکر وفکر میں لیتا ہے اور محبوب کی ہر نسبت اسے دل وجان سے عزیز تر ہے اس کا محبوب اس کا مرشد کاملؒ ہے۔جس کے قدموں میں پڑا وہ بلندیوں کا مکین نظر آتا ہے۔یعنی

تصور عرش پر ہے اور سر ہے پائے ساقی پر
جھکائے سر کو مدت سے ترے دربار بیٹھے ہیں
درحقیقت کررہی ہے کام ساقی کی نظر
میکدہ میں گردش ساغر برائے نام ہے

جب کوئی مرید صادق اپنے مرشد کاملؒ کا قرب حاصل کر کے اس کی آغوشِ رحمت میں آجاتا ہے۔تو معاملہ یکسر بدل جاتا ہے۔اس کا انتقال عقل وخرد کی حدود سے پرے سلطنتِ عشق میں ہوجاتا ہے جہاں دوام ہی دوام ہے۔بقاہی بقا ہے، موت نام کی کوئی شے نہیں اللہ کے فضل اور کرم کے سایۂ میں ابدیت کی نعمتِ عظمیٰ کا درجہ میسر آجاتا ہے۔حضرت اقبالؒ فرماتے ہیں:

علم کی حد سے پرے بندۂ مومن کیلئے
لذت وصل بھی ہے نعمت دیدار بھی ہے

حضرت واصفؔ کنجاہیؒ کسی بھی لحہ اپنے شیخ کامل کی نگاہ نور سے دور نہیں بلکہ ہمیشہ ان کے سایۂ

عاطفت میں محوکیف ہیں۔واصف صاحب کا عقیدت ومحبت بھرا کلام آج بھی ان کیلئے باعثِ رحمت وانعام ہے۔قبلہ چمن جی سرکار مدظلہ العالی کے بڑے صاحبزادے قبلہ پیر سید علی حسنین شاہ بخاری مدظلہ کی ولادت باسعادت پر پیش کئے گئے منظوم ''گلدستۂ تبریک'' سے واصف صاحب کی بے پناہ محبت اور بے پایاں اندازِ غلامی جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔خوبصورت نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

مری پیشکش ہو جہاں سے نرالی
محبت کا گلدستہ، پھولوں کی ڈالی
کروں پیش شاہ جی کے دربار عالی
میں ان کا گداگر میں ان کا سوالی
کرے عرض یوں یہ گدا گر مبارک
ہے جنت سے لایا ثنا گر مبارک
شہا! تجھ کو نورِ نظر ہو مبارک
ولادت حسنین پر ہو مبارک
تجھے چاند کا یہ قمر ہو مبارک
ترے کو بہ کو گھر بہ گھر ہو مبارک
مبارک ترے نور نورالحسنؒ کو
ترے خاندان کے گلوں کے چمن کو
مبارک ترے بیٹے باقرِ علی کو
فراست کو جعفر کو عظمت علی کو
ترے فیض و عارف کو عصمت سبھی کو
ترے پیارے رضوان کو آصف علی کو
ترے ننھے صنعان، انبساطِ جاں کو
مبارک ترے سارے شہزادگاں کو
مبارک ترے گھر کے ہر خیر جو کو
ہر اک تیری بیٹی کو ہر اِک بہو کو
مبارک بشارت کو گل خوبرو خُو کو
ترے پیارے صمصام فرخندہ رُو کو
ترے میر طیب کو عثمان علی کو
ترے چاند کے نانا جاں پیرجی کو

مبارک ہو ہر خادم در نشیں کو
مبارک طریقت کے ہر خوشہ چیں کو
مبارک ہو اس آستانہ دیں کو
مبارک ہو اس خاک مرد آفریں کو
مبارک ہو سب سالکان وطن کو
مبارک مرے گلستانِ وطن کو
الٰہی! حقیقت میں ڈھال آرزو کو
بنا میرے حسنین مہتاب رو کو
لگا چار چاند اس کے حسن نمو کو
حسد کی جلا آگ میں ہر عدو کو
دعا سے مری کرہم آہنگِ رضا کو
نواز اپنی رحمت سے واصفؔ گدا کو

بلبل بستانِ نورؒ حضرت غلام حسین واصفؔ کنجاہیؒ کا حسن کلام عطیۂ خداوندی ہے۔ جو انہیں مرشد کریم کی خدمت کے صلہ میں عطا ہوا۔ ان کے مناقب کی ایک طویل فہرست ہے۔ جسکی مقبولیت اور حقیقت سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ ان کے پیش نظر...... گلستانِ نور یعنی شیخ المشائخ، سرتاجِ اولیاء حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہر گل خوش رنگ اور ہر شگوفۂ مہک فشاں انتہائی تعظیم و تکریم کا درجہ رکھتا ہے۔ آل نبیؐ، اولادِ علیؓ کا قلبی احترام اور ادب بلاشبہ بخشش و مغفرت کی سند رکھتا ہے۔ اور اسی میں دنیا و مافیہا کی عزت و توقیر مضمر ہے:

میں آل نبیؐ کا ہوں اثرؔ ادنیٰ گدا گر
ڈھونڈھے مجھے توقیر بہ ہر گام شب و روز

حضرت واصفؔ کنجاہیؒ اس اعتبار سے وہ خوش قسمت ثنا خوانِ سرکارِ مدینہ اور مادحِ مقبولانِ بارگاہ الٰہی ہیں جن کو مرشد کریم کی بارگاہِ اقدس سے قادر الکلامی کی متاعِ بیش بہا کے ساتھ ساتھ عشقِ حقیقی کی نعمتِ عظمیٰ اور عقیدت و مودّت کی وسعتِ بیکراں عطا کی گئی ہے۔

خالق و مالک اس طوطیِ سوز و گداز کے درجات بلند فرمائے اور ہم جیسے خطا کاروں کو سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور محبت کامل سے سرفراز فرمائے۔ مزید تمام برگزیدہ ہستیوں، ساداتِ کرام بالخصوص اپنے اپنے شیخ کامل کی غلامی کے ساتھ ساتھ جملہ واصفانِ حق و صداقت کا بھی واصفؔ بنائے رکھے۔ آمین!!

☆☆☆

حضرت واصف کنجاہیؒ مرشد کریم کی بارگاہ میں

حکیم محمد یحییٰ صمدانی نقشبندی (حافظ آباد)
خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ باؤلی وعلی پور سیداں شریف

برصغیر ہندو پاک کی تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس خطہ میں اسلام صوفیاء واولیاء کی ذوات بابرکات سے ہی پھیلا ہے۔اولیائے کرام کی محنتوں، ریاضتوں اور کوششوں سے یہ خطہ آج اسلام کی شمع سے منور ہے۔

یہ خطہ اس لحاظ سے بڑا خوش نصیب ہے کہ یہاں بڑے بڑے جلیل القدر اولیاء کرام کی تشریف آوری ہوئی جس سے اس خطہ کو ان کی قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی، اولیاء کرام کے فیض کی انمول خیرات سے یہ خطہ مالامال ہے۔اس طرح اولیاء کرام کے آستانوں اور روحانی درس گاہوں کی ایک طویل فہرست موجود ہے۔

گوجرانوالہ سے ہیڈ قادر آباد روڈ پر علی پور چٹھہ سے تقریباً چھ کلومیٹر پر ایک چمکتا دمکتا روحانی فیض سے جگمگاتا آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف واقع ہے، یہاں شریعت وطریقت کے عارف کامل، حقیقت ومعرفت کے سرتاج، امام اولیاء، قاسم فیض شیر ربانیؒ، قطب الاقطاب اعلیٰ حضرت پیر سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پرانوار مرجع خلائق ہے۔آپ کی ذات اقدس سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بندگان خدا نے فیض کی خیرات پائی اور آپ کی نظرِ کیمیا نے تاریک دلوں کو عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی شمع سے منور فرمایا، آپ کے عقیدتمندوں اور مریدین باصفا میں آج بھی آپ کے درس روحانیت، توحید وسنت کی تبلیغ کے نمایاں آثار نظر آتے ہیں۔

آپ نے ہمیشہ شریعت وسنت کی تبلیغ وترویج سے ہزاروں طالبان حق کی روحانی وقلبی اصلاح فرمائی، آپ نے ساری زندگی دینِ اسلام کی سربلندی، اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم، محبت اہل بیت صحابہ کرام اور اولیاء کرام کے ادب واحترام کا درس دیا، سنتِ رسول اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی آپ کا سب سے بڑا اثاثہ اور حقیقی مشن تھا۔آپ کے فیوض وبرکات سے اپنے بیگانے سب مستفیض ہوئے، آپ کے دامن فیض سے وابستہ لوگ بڑے بڑے عظیم مراتب کے حامل ہوئے۔آپ کے فیض سے فیضیاب ہونے والوں میں ایک خوش نصیب شخصیت حضرت مولانا غلام حسین واصف

کنجاہیؒ بھی تھے۔

حضرت واصف کنجاہی ضلع گجرات کے ایک گاؤں "جلیانی" میں یکم اکتوبر 1913ء کو پیدا ہوئے، اس علاقہ میں قدیمی، علمی ادبی مرکز قصبہ کنجاہ (گجرات) سے علم کی دولت حاصل کی، پھر ذریعہ معاش کے لئے ملازمت کے پیشے کو منتخب فرمایا۔ آپ بہت جلد محکمہ روڈز اینڈ بلڈنگز میں انسپکٹر کے عہدہ پر فائز ہوئے، دورانِ ملازمت تلاش حق کی چنگاری کی لو تیز تر ہوتی گئی، اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ مرشدِ حق کی تلاش اور حصول کا سفر بھی جاری رکھا، یہ وہ دور تھا جب اعلیٰ حضرت حضور قبلہ عالم پیر سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے شیر بانی کے فیض کا خزانہ طالبان حق کیلئے کھول رکھا تھا، دور دور تک آپ کی روحانی فیض کی سخاوت و خیرات کا چرچا عام تھا، بندگانِ خدا اس نورانی شمع پر پروانوں کی طرح کشاں کشاں آرہے تھے اور دولت دین کے ساتھ روحانیت کے خزانے سے اپنی خالی جھولیوں کو بھر رہے تھے۔ بندہ جب راہ ہدایت کا طالب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ خود اس کیلئے راہیں کھول دیتا ہے۔

مولانا غلام حسین واصف کنجاہیؒ جب آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کی سرزمین پاک میں پہنچتے ہیں ولی کامل کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتے ہی زلفِ پیر کے اسیر ہو جاتے ہیں، غلامی کے لئے درخواست گذار ہوتے ہیں۔ مرشد کریم کی نظر شفقت واصف کنجاہی صاحب کی دلی کیفیت اور طلب صادق دیکھ کر اپنے دامن کرم میں جگہ عطا فرماتے ہوئے شرف بیعت سے نوازتے ہیں، دیدارِ مرشد کریم کی تڑپ میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، بہت جلد وہ وقت آگیا کہ مرشد کریم کی جدائی برداشت نہ ہو سکی، آپ نے ملازمت کو خیر باد کہا اور گھر بار چھوڑ کر سائیوں کے قدموں میں ہی ہمیشہ کیلئے اپنا ٹھکانہ بنا لیا، یہاں تک کہ اب بھی بلکہ قیامت تک سائیوں کے قدموں میں ہی حاضری دے رہے ہیں۔ یقیناً یہ رفاقت حشر میں بھی اس طرح قائم رہے گی، یہاں تک کہ خادمین و مریدین سرکار کیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ انشاء اللہ جنت میں ساتھ رہیں گے۔ مرشد کریم کی حاضری اور شفقت کمال نے ایسا رنگ دیا کہ اپنی عقیدت و محبت کا اظہار اشعار کی صورت میں ظاہر ہونے لگا، یہ دیکھ کر سائیوں نے خود مولانا غلام حسین کو "واصف" کا تخلص عطا فرمایا۔ سبحان اللہ! کیا شان کریمی ہے ولی کامل کی عطا یہ تخلص ہر کسی کی زبان پہ ہمیشہ کیلئے جاری ہو گیا۔

واصف کنجاہی کے مجموعہ کلام کا نام "جہانِ درویش" رکھا گیا، طباعت کے بعد مشتاقین اور قارئین نے ہاتھوں ہاتھ لیا، اب یہ دیوان مارکیٹ میں نایاب ہو چکا ہے، آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف سے جہانِ درویش واصف کنجاہیؒ نمبر کو زیور طباعت سے آراستہ کرنے کی سعادت النور میڈیا گروپ کے زیر اہتمام "مجلہ نورِ نعت" کی صورت میں سامنے آرہی ہے، یہ نہایت خوش آئند بات ہے، مدیران نورِ نعت، سرپرست اعلیٰ اور ساری ٹیم ہدیۂ تبریک کی مستحق ہے۔ اللھم

زدفزد۔

جہانِ درویش کے چند عنوانات پر کچھ اظہار خیال کرنے کی سعی ناتمام کے ساتھ صمدانی نقشبندی مجددی قادری حاضر ہے، اگر یہ چند شکستہ پاء حروف سائیوں کے حضور شرف قبولیت سے نواز دئے گئے تو یقیناً یہ الفاظ میری نجات میں معاون ہوں گے۔ انشاءاللہ!

جہان درویش کے صفحہ نمبر ۱۳۰ پر ترانہ نور کے عنوان سے سولہ (۱۶) اشعار پر مشتمل ترانہ نور ہے، ترانہ نور کے ہر ہر شعر، ہر مصرعہ بلکہ ہر لفظ وحرف سے شاعر کی عقیدت ومحبت اور غلامیٔ مرشد کریم اور فنافی الشیخ ہونے کی مہک سے قاری کا ذہن وقلب معطر اور منور ہو جاتا ہے۔ ترانہ نور مرشد حق کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب ہے، نور کے لفظ کو ہر شعر ومصرعہ میں اس خوبیٔ کمال سے استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ ایک مشاق کاریگر نے مرصع کاری کی ہو، اسی چیز نے ترانہ نور کو نورٌ علی نور بنا دیا ہے۔

واصف صاحب کا یہ وصف کمال کہ اپنے مسلک ومذہب کا بھی انتہائی خوبصورت طریقہ سے اظہار کرتے ہیں:

نور کا دریا ہے دیں، منبع ہے ذات مصطفیٰ
بندۂ مومن کا دل کیا ہے خزانہ نور کا

ایک سچے عاشق رسول اور پکے مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نور ہے، دین کا مرکز ہیں اور آپ کی اس نورانیت کی طفیل مومن کا دل بھی نور کا خزانہ ہے۔

واصف صاحب ترانہ نور میں طلب صادق رکھنے والے کو نہایت قیمتی مشورہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

ہے طلب صادق تو کر سینے میں اپنے جستجو
ہے ترے اس کوچۂ دل میں ہی خزانہ نور کا

پیر خانہ سے واصف صاحب کی محبت کا انداز دیکھئے، فرماتے ہیں:

آؤ کر لیں ہم بھی روشن دل کو اس کے نور سے
مطلعِ انوار ہے یہ آستانہ نورؒ کا
سرزمین کیلیانوالہ ہے وادی نور کی
ہے زیارت گاہِ عالم آستانہ نورؒ کا

اگلے شعر میں واصف صاحب کی اپنے پیر خانہ اور خاندان مرشد کریم کیلئے خلوص بھری دعا دیکھئے، فرماتے ہیں:

مشعل اسلام ہو اس گھر کا ہر چشم و چراغ

جگمگائے حشر تک یارب گھرانہ نورؒ کا
ساقیِ کوثر کے صدقے میں لٹائے مستیاں
جاوداں یہ میکدہ ہے جاودانہ نورؒ کا
نور سے اپنے منور تیرہ دل کرتا رہے
اے خدا تا حشر یہ نوری گھرانہ نورؒ کا

واصف صاحب اپنے سائیوں کا شجرہ نسب اور عظمت اس طرح بیان کرتے ہیں:

نور ہے اولاد تیری نور جد پاک بھی
اے حسن کے نورؒ تیرا کل گھرانہ نور کا

ترانہ نور کے آخر میں واصف صاحب اپنے سائیوں کی عطاؤں اور کرم نوازیوں کا یوں ذکر کرتے ہیں:

ہیں برستی رحمتیں عصیاں پہ کس اعجاز سے
ہے کرم واصف پہ کیا کیا معجزانہ نور کا

''جہانِ درویش'' میں ۱۶۳صفحہ پر عنوان ہے ''ایک عاشق رسول'' اور یہ نظم اس وقت لکھی گئی جب قبلہ اباجی حضور پہلی دفعہ حرمین شریفین کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے۔دو شعروں کا ایک بند ہے اور کل چودہ (۱۴) اشعار پر مشتمل ہے۔مرشد کریم سائیوں کی عظمت و رفعت، آل نبی اولادِ علی ہونے کا ثبوت...... حسن کی بارگاہِ حسین میں حسن کے جلوؤں سے مستنیر ہونے کا ذکر انتہائی خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے۔

طیبہ کی بہاریں، نانا جان (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عطاؤں اور عنایتوں کی بارشیں، بے حد کرم نوازیوں کا ذکر کیا گیا ہے، آخر میں شاعر (واصف کنجاہی) اپنے لئے دعاؤں کا ملتجی نظر آتا ہے۔ واصف کنجاہیؒ آمد کے شاعر ہیں، ان کی شاعری فصاحت و بلاغت کا مرقع ہے، ہر لفظ اپنے اندر بے حد تاثیر رکھتا ہے، مختصر اور جامع طریقہ سے اظہار خیال سے گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہو۔

جہان درویش کے صفحہ ۱۶۹پر ''مکان شریف'' کا عنوان درج ہے۔

آستانہ عالیہ مکان شریف (انڈیا) کی عظمت و فضیلت اور عظیم درجہ کی خوبصورت طریقہ سے وضاحت کی گئی ہے، سرزمین مکان شریف کو تسکین ذوق جاں، دلکش اور راحت جان، لاعلاج مریضوں کے لئے شافی و شفا لکھ کر آستانہ عالیہ مکان شریف کی عظمت کو واضح کیا گیا ہے، اس آستانہ عالیہ مکان شریف کو قدیم روحانی درس گاہ قرار دیا گیا ہے، دیدار گاہِ شیخ اور قلب و نظر کی تربیت گاہ کہا گیا ہے۔

بھارت کے غاصب حکمرانوں کو واشگاف الفاظ میں یوں مخاطب کرتے ہیں:

قادر ذوالجلال کی قدرت سے کیا بعید

کردے ہمیں عطا وہ دوبارہ مکان شریف

آخر میں مکان شریف کی حاضری اور زیارت کے لئے دعا گو ہوتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۱۶۱ پر آستانہ عالیہ مکان شریف کے صدر نشین حضور قبلہ عالم پیر سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت بعنوان ''حضور امام اولیاء'' درج ہے۔ منقبت لکھتے وقت شاعر کے سامنے ادب واحترام کے ساتھ عظمت ورفعت کا بڑا اہتمام نظر آتا ہے، شہنشاہ ولایت پیر سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو پیشوائے اولیاء کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

شاعر (واصف کنجاہی) پہلے بند میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی لخت جگر مخدومہ کائنات فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور آپ کے فرزندان حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور ان کے والد گرامی اسد اللہ الغالب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا واسطہ دیکر التجا کرتے ہیں کہ خالق کائنات بے چین دلوں کو سکون کی دولت سے مالا مال فرما، مجھ بیکس پر نظر کرم فرماتے ہوئے مقام اولیائے کرام سے آشنائی عطا فرما اور اپنی پناہ میں رکھ۔

چوتھے بند میں پیر سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندوں کے نام گنوا کر ان کی طفیل سے نظر کرم کے ملتجی نظر آتے ہیں، آخر میں واصف صاحب اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے آپ کو سراپا گناہ گردانتے ہیں، بیماریٔ دل کی وجہ سے اپنے آپ کو لاعلاج سمجھتے ہوئے دعاو شفا کیلئے دست سوال دراز کرتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۱۴۵ پر پیر سید محمد اسماعیل شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت کرمانوالہ شریف کی تاریخ وصال بزبان فارسی مرقوم ہے، تاریخ وصال سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ فارسی زبان کے بھی قادر الکلام شاعر تھے، الفاظ کی بندش، پر معنی الفاظ، ضرورت اور وقت کے مطابق الفاظ کا استعمال شاعر کی عظمت اور فن شاعری پر مکمل عبور ہونے پر بین ثبوت ہے۔ اگرچہ تاریخ گوئی مادہ ہائے تاریخ وصال یا دیگر مقامات پر تاریخ گو شعرا اساتذہ نے کئی نادر اقسام میں تاریخیں کہی ہیں۔

حضرت واصف کنجاہیؒ نے آخری مصرعہ میں فارسی زبان کے ہندسوں میں خوبصورت طریقہ تاریخ وصال رقم کیا ہے، اس طرح یہ تاریخ وصال بھی ایک مثالی تاریخ وصال ہے، فن تاریخ گوئی میں واصف کا مقام بڑا بلند نظر آتا ہے۔

واصف کنجاہی مرشد کریم کی غلامی کا ثمر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعلین پاک کے صدقے واصف کنجاہی کو جنت الفردوس میں سائیوں کے سایۂ شفقت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین!!

واصفِ نور

صاحبزادہ محمد نجم الامین عروس فاروقی
مونیاں شریف ضلع گجرات

تمام تعریفیں اس خدا کیلئے جس نے شمس کو ضیا اور قمر کو نور کیا اور اپنے نبی مکرم کو تجلیات سے معمور کیا، ڈھیروں درود و سلام اس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے اپنی صحبت اختیار کرنے والوں کو خوب خوب چمکایا اور نجوم ہدایت بنایا۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضاخان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اپنے ایک نعتیہ قصیدہ ''قصیدہ نور'' میں کہتے ہیں:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے میں جنم لینے والا ہر بچہ نور ہے۔ پیر سید نورالحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ جن کا نام بھی ''نورالحسن'' تھا، آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور فقط عین نور کے گھرانے میں جنم ہی نہیں لیا تھا بلکہ اچھی خاصی روشنی پائی تھی اور خوب چمکائے گئے تھے اور روشنی فقط اپنے تک محدود نہ رکھی تھی بلکہ اوروں کو بھی زندگی بھر ضیاؤں کی خیرات سے نوازتے رہے۔

جناب غلام حسین واصف کنجاہی (جو آج موضوع سخن ہیں) نے بھی اپنے پیر و مرشد ولی کامل پیر سید نورالحسن شاہ بخاری کیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر اکتسابِ نور کیا۔

راقم نے جناب غلام حسین واصف کنجاہی علیہ الرحمہ کا کلام زیادہ تو نہیں پڑھا لیکن جس قدر پڑھا اس میں روشنی ہی روشنی نظر آئی، کلام پڑھ کر یہ بات کھلی کہ ''غلام حسین'' واصف نور ہیں۔ اردو میں کئی اسماء نور کے ترادف میں بولے جاتے ہیں مثلاً روشنی، اجالا، تنویر، ضو اور ضیاء وغیرہ اور یہ سبھی اسماء جناب غلام حسین واصف کنجاہی کے کلام میں مذکور ہیں اور ایک بار نہیں بلکہ بار باران کا ذکر کلامِ واصف میں ملتا ہے، اسی طرح نور کے مختلف ذرائع اور منابع ہیں مثلاً چاند، تارے، سورج، کہکشاں، شمع اور ان کے مترادف الفاظ بھی جناب واصف کے کلام میں بار بار پڑھنے کو ملتے ہیں۔ جس سے قاری بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ جناب غلام حسین واصف کو روشنی سے کس قدر پیار تھا اور ان کے

نزدیک نور وضیاء کی کتنی اہمیت تھی۔

کلام واصف سے نعت کا یہ شعر دیکھیں:

ہر قلب چمک اٹھتا ہے انوارِ رسالت سے
ظلمت کو عطا ہوتی ہے تنویر مدینے میں

چمک، انوار اور تنویر کے الفاظ ایک ہی شعر میں استعمال کئے ہیں، یہ بھی یاد رہے کہ انوار اور تنویر کا مادہ ایک ہی ہے، ایک شعر میں ایک ہی مادہ کے مختلف لفظ لانا صنعت اشتقاق کہلاتا ہے، لہٰذا یہ شعر صنعتِ اشتقاق کی مثال بھی ہے کہ اس میں ایک مادہ کے دو لفظ ہیں۔

اب ایک اور شعر دیکھیں:

اس قلب منور کے انوار کا عالم کیا
ہو نورِ نبی سے جو ضوگیر مدینے میں

منور، انوار، نور اور ضو کے الفاظ ایک شعر میں ذکر کئے، یہ شعر بھی صنعتِ اشتقاق کی مثال ہے بلکہ خوبصورت مثال ہے کہ اس میں ایک مادہ کے تین الفاظ پائے جاتے ہیں، منور، انوار اور نور۔ ان سب کا مادہ "ن،و،ر" ہے۔ واصف کنجاہی کے کئی اشعار میں یہ صنعت اور اس کے علاوہ دیگر صنعتیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن اس وقت بات اس پہ ہو رہی ہے کہ کلام واصف روشنی ہی روشنی ہے اور واصف کنجاہی واصفِ نور وضیاء ہیں۔ لہٰذا راقم اپنی بات کی طرف واپس آتے ہوئے اپنے دعوئے کو سچ ثابت کرنے کیلئے دلیل کے طور پر مزید شعر پیش کرتا ہے:

ضو ان کی ضو سے پاتی ہے تاریکی تیرہ راتوں کی
جو عشق محمد سے روشن قسمت کا ستارا کرتے ہیں

نیرِ اعظم! ہے عالم میں اجالا تجھ سے
کیوں نہ ہو مطلع انوار مدینہ تیرا

بخشتا ہے تاریکیوں کو ضیائیں
وہ چاند آمنہ کا وہ ماہِ مدینہ

جناب غلام حسین واصف کنجاہی کی نظم عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بند ملاحظہ فرمائیں، یہ بند ایسا ہے کہ قاری کے ذہن کو منور کر دیتا ہے اور جہانِ رنگ ونور میں پہنچا دیتا ہے، اللہ اکبر! کیا نور بھرا بند ہے:

جہاں اب ضیاؤں سے معمور ہوگا
نبوت کے سورج سے پُرنور ہوگا
ہر ایک قلب جلوہ گہِ طور ہوگا

ضیا ہوگی، جلوۂ خورشید ہوگا

ہر ایک لب پہ نغمۂ توحید ہوگا

جناب غلام حسین واصف کی نعتیہ شاعری میں اگر بار بار روشنی کا ذکر ہے تو ان کی نظموں میں بھی یہی بات ہے، جناب پیر سید محمد باقر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ پہلی بار حرمین طیبین وطاہرین کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے تو واصف کنجاہی نے ''اے زائرِ حبیب'' کے عنوان سے ایک خوبصورت نظم لکھی۔ یہ نظم بھی ذکر نور سے خالی نہیں، ایک بند اس کا بھی ملاحظہ فرمائیں:

جب ہو رہی تھی حسن کے انوار کی برسات

جب جگمگا رہے تھے تجلی سے شش جہات

تھی آمنہ کے چاند کی کیا چاندنی عجیب

اے زائرِ حبیب! اے صاحبِ نصیب

تجھ کو کروڑ بار مبارک! تیرے نصیب!

۱۹۶۹ء میں جناب غلام حسین واصف کنجاہی نے بلبل پنجاب حضرت محمد اکرم غنیمت کنجاہی علیہ الرحمہ کی شان میں ایک نظم لکھی۔ روشنی کا ذکر پہلے شعر ہی میں موجود ہے، نظم کا پہلا اور تیسرا شعر دیکھیں:

حاضر ہوا مزارِ غنیمت پہ ایک روز

جس نے جلائے آندھیوں میں عشق کے چراغ

تھی جس کے دل میں شمعِ عشقِ نبی کی ضو

آنکھوں میں خاکِ پاک رہ صاحب مازاغ

یہاں یہ بات بھی بتاتا چلوں کہ واصف کنجاہی شمع کو میم کی تشدید کے ساتھ باندھتے تھے یعنی شعر میں شمع کی جگہ شمّع کا لفظ لاتے تھے۔

اس نظم میں جناب واصف کنجاہی صاحب نے نہ صرف غنیمت کنجاہی کی اوران کے کلام کی تعریف کی ہے بلکہ اہل کنجاہ کی بے حسی کا رونا بھی رویا ہے کہ اہل کنجاہ نے غنیمت کنجاہی کی قدر کو نہیں پہچانا اوران کے مزار اور دیگر آثار کی جانب زیادہ توجہ نہیں دی جس کے باعث آثارِ غنیمت اور مزارِ غنیمت مٹتے جا رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بارگاہِ غنیمت میں کچھ التجائیں بھی کی ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ میرے موصوف جناب واصف کنجاہی نے درِ غنیمت سے کنجاہیوں کیلئے اجالا ہی مانگا ہے، چنانچہ کہا ہے کہ آپ کنجاہ والوں کو روشنی عطا کریں تاکہ یہ بھی عظمت اسلام کے چراغ روشن کریں:

ضو بخش ان کو شمعِ عرفاں کے نور کی

ہوں معرفت سے ان کے بھی روشن دل و دماغ
اس عصرِ نو کی ظلمت والحاد و کفر میں
روشن کریں یہ عظمتِ اسلام کے چراغ

جناب واصف کنجاہی کی غزلیات میں بھی روشنی کا ذکر ملتا ہے لیکن جس قدر ذکرِ ضوا اور تذکرۂ نور جناب کنجاہی کے نعتیہ کلام میں ہے اس قدر ان کی غزلیات میں نہیں، لہٰذا ان کی غزلیات سے صرف ایک شعر پیش کروں گا۔ ملاحظہ فرمائیں:

خوش ایں وقتے کہ مہر معرفت ضو پاش است ایں پا
خوشا بختم کہ ازروئے شوم ضو گیر ے رقصم

حدیث پاک میں آتا ہے:

"من احب شیئا اکثر ذکرہ"

"آدمی جس شے سے محبت کرتا ہے اکثر اس کا ذکر کرتا ہے۔"

کلام واصف میں نور وضیاء کا بار بار ذکر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ واصف کو روشنی سے بڑی محبت تھی اور ہونی بھی چاہیے تھی کیونکہ انہوں نے "نور" کی صحبت میں دن گزارے تھے۔ بلکہ اپنا گھر بار چھوڑ کر وادئ نور حضرت کیلیانوالہ شریف میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی اور جناب پیر سید نورالحسن شاہ بخاری کیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد بھی وہیں رہے اور دربارِ عالیہ نوریہ کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔

واصف کنجاہی کے کلام میں روشنی نظر آتی ہے اس کا حصول انہوں نے اپنے پیرومرشد کی ظاہری زندگی میں ہی نہیں کیا بلکہ ان کے وصال کے بعد بھی اکتسابِ نور جاری رہا۔

جناب واصف صاحب کا اپنا کہنا ہے:

"جب میں اپنے سائیوں کے روضۂ اقدس کے پاس دوزانو بیٹھ جاتا ہوں تو آپ کے فیضان سے اشعار کی بارش برسنا شروع ہو جاتی ہے۔"

چنانچہ کلام واصف کی روشنی سراج السالکین شمس العارفین جناب حضرت پیر سید نوالحسن شاہ بخاری کیلانی علیہ الرحمہ کے دربارِ عالیہ پر ہونے والی انوار وتجلیات کی بارش کے سبب ہے۔

میں جناب غلام حسین واصف کنجاہی کے ایک خوبصورت نعتیہ اور التجائیہ مطلع پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں:

نظر بخشیں مجھے، دل کو بصیرت کی ضیا بخشیں
زباں کو ذکر اپنا، ذہن کو فکرِ رسا بخشیں

☆☆☆

واصف کنجاہیؒ......اپنے فارسی کلام کے تناظر میں

علامہ غلام رسول ثاقبؔ علوی
(پی ایچ ڈی اسکالر، کاموننکے)

شعر کی دل کشی واثر پذیری ایک ایسی مسلم اور اٹل حقیقت ہے جس کا انکار ناممکن ہے۔ اپنی لطافت ونزاکت اور ایجاز واختصار کی بدولت شعر ہمیشہ سے عوام وخواص میں مقبول ومرغوبِ طبع رہا ہے۔ انسان نے جب بھی لطیف اور متاثر کن انداز میں اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہا، اسے شعر کا سہارا لینا پڑا۔ غم ہو یا خوشی، ہجر ہو یا وصل، خلوت ہو یا جلوت، وفا ہو یا جفا، کرم ہو یا ستم الغرض عشق ومحبت کی تمام تر کیفیات کے اظہار کیلئے عاشق اور محب کو ہمیشہ سے منت کش شعر ہونا پڑا۔

اگر مجاز سے حقیقت کی طرف رخ کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ صوفیا واولیاء نے بھی اپنی باطنی کیفیات اور قلبی واردات کے اظہار کا ذریعہ شعر ہی کو بنایا اور یہ سلسلہ رومیؒ، جامیؒ، حافظؒ اور سعدیؒ سے میر اور درد اور پھر پنجابی کے بہت سے صوفی شعرا تک پھیلا ہوا ہے۔

حضرت غلام حسین واصف کنجاہیؒ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔ قبلہ واصف کنجاہیؒ کا کلام عشق ومحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، عقیدت وارادتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واہل بیت کرام رضی اللہ عنہم اور اپنے مرشد کے ساتھ قلبی وروحانی وابستگی کے اظہار کا ایک بہترین مرقع ہے۔ آپ کے کلام میں خود رفتگی اور فنائیت کی کیفیات چھلکتی نظر آتی ہیں۔ اگر آپ کی کہی ہوئی نعت کو دیکھیں تو خود کو ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سپردگی میں دیے ہوئے اور انہی پر تکیہ کرتے ہوئے گویا ہوتے ہیں:

"من گدائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم از غیر او بیگانہ ام"

تو کہیں اپنی ذات کی نفی کرتے ہوئے اپنا سب کچھ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانتے ہوئے:

"من سراپا بے حقیقت قصہ و افسانہ ام"

کا نعرہ بلند کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اہل بیت کی محبت وعقیدت اہلِ سنت وجماعت کے رگ وپے میں پیوستہ ہے اور ان کے ہاں اس محبت عقیدت کو جزوِ ایمان سمجھا جاتا ہے۔ حضرتؒ نے بھی اپنی اس محبت وعقیدت اہل بیت کو بہت خوبصورت پیرائے میں بیان فرمایا ہے:

"عظمتِ سادات لافانی ز ایثار حسینؓ
نقش برلوحِ جہاں شرفِ دوام اہل بیت
مطلع اسلام روشن ہست ازخون حسین
مہرِ صبح دین پیداشدزجام اہل بیت"

مرشداورمرشدخانے کی محبت وارادات مرید کا سرمایۂ حیات ہوتا ہے۔حضرت واصفؒ کی مرشداورمرشدخانے کی محبت دیدنی ہے۔آپ کی اس ارادت وعقیدت کی اس سے بڑھ کراور کیا دلیل ہوگی کہ آپ نے تمام علائقِ دنیوی ترک کر کے خودکواپنے مرشد کے آستانے کی خدمت پر مامور کردیااورتمام عمراسی خدمت میں گزاری جس کے ظاہری صلہ کے طور پرآپ دائمی مرقداپنے پیرومرشد(آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف) کے قدموں میں ملنے کی سعادت وشرف سے مشرف ہوئے۔

اپنے پیرومرشداوران کے آستانے سے نسبت وعقیدت صرف اپنے مرشد تک محدودنہیں رہتی بلکہ یہ سلسلہ نسبت درنسبت چلتا ہے اوراپنے مرشد کے مرشداورپھران کے مرشدحتیٰ کہ منتہیٰ ومبتدائے طریقت تک پہنچتا ہے۔حضرت واصفؒ کی اس سلسلہ وارعقیدت کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے صرف اپنے مرشدخانے ہی کی توصیف نہیں کی بلکہ شرقپورشریف اورمکان شریف کی نسبت پربھی اظہارِمسرت وسعادت کیا ہے۔شرقپورشریف کے ساتھ اپنی نسبت کا اظہار کرتے ہیں:

ہستم غبارِ راہِ غلامانِ شرقپور
تابندہ ام ز مہر درخشانِ شرقپور
ہم پایۂ بہشتِ بریں سر زمین او
گوشۂ خلد گوشۂ دامانِ شرقپور

اورپھرمکان شریف کی سرزمین سے اپنی نسبت اورعقیدت وارادت کا اظہاران الفاظ میں کرتے ہیں:

چہ ہست شان وعظمت نامِ مکاں شریف
برتر ز خلد ہست مقامِ مکاں شریف
قطب زماں امامِ علیٰ فخرِ اولیاء
مارا امام ہست امامِ مکاں شریف

المختصرحضرت واصف کنجاہیؒ کا کلام ان کے کشتۂ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جاں نثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم واہل بیت رضی اللہ عنہ اورفنافی الشیخ ہونے کا بین ثبوت ہے۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلندفرمائے۔آمین ثم آمین!!☆

حضرت مولانا غلام حسین واصف کنجاہیؒ

محمد یوسف ورک
(بانی نعت لائبریری، شاہدرہ، لاہور)

کسی لافانی صنعت یا کسی دوام پا جانے والی ہستی کے بارے کچھ نوکِ قلم پر لانے سے پیشتر اس کی انفرادیت کے بارے کچھ شواہد پائے جائیں تو اس قابل ذکر صنعتِ بے مثال یا تخلیق با کمال کے متعلق اپنے اپنے زوایہ علم کی روشنی میں احباب فہم ودانش، مالکانِ قلم وقرطاس اور صاحبانِ فن تحریر اسے مکمل تاریخ کا ایک انمٹ اور لافانی باب بنادیتے ہیں، اور پھر اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیت کے اپنے ہی الفت ومحبت کے زوایے ہوتے ہیں، وہ ذاتِ کریم اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء اور توصیف کیلئے جسے چاہے انتخاب کرے، اس طویل ترین اصحاب محبت وعقیدت کی کہکشاں کی نہ ابتدا کا کسی کو علم ہے اور نہ انتہا کا ادراک، کیونکہ خالق کل جس کا خود مداح ہو اس کی توصیف میں رطب اللسان انسان بھی قابل ستائش ہو جاتا ہے، ایسے مداحانِ محبوب خدا کا احاطہ کسی ایک انسان کے بس اور دسترس میں نہیں۔

راقم اپنے شہر کے نوجوان محقق محترم محمد قاسم کیلانی کا مضمون ''حافظ آباد کا ادبی ماحول اور مدحت نگاری'' پڑھ رہا تھا، جس میں انہوں نے (۳۰) کے لگ بھگ شعراء کے ادبی نعتیہ رجحان کو سپردِ قلم کیا ہے، پھر صاحبزادہ نجم الدین فاروقی گجرات کے شعراء نعت پر قلم اٹھاتے ہیں۔ حضرت شاہدولا دریائی کی سرزمین گجرات کے ایک اور معروف شاعر مولانا غلام حسین واصف کنجاہی ان کی یاداشت سے صرف نظر ہو گئے ہیں، جن کو گوشہ گمنامی سے نکال کر نعتیہ ادب میں تاریخ کا حصہ بنانے میں معقول کردار محترم محمد قاسم کیلانی کا ہے۔

حضرت غلام حسین واصف کنجاہی یکم اکتوبر ۱۹۱۳ء کو موضع جلیانی ضلع گجرات میں عالم ہست وبود داخل ہوئے گجرات کے معروف قدیم قصبہ کنجاہ سے دولتِ علم سے بہرہ ور ہوئے ہیں، محکمہ روڈ زاینڈ بلڈنگز میں بطور انسپکٹر خدمات سرانجام دیں اور پھر جلد ہی ''لگی والیاندی اکھ نئیں لگدی تے تیری کیویں اکھ لگ گئی'' ملازمت چھوڑ کر اپنے پیرومرشد حضرت قبلہ سید نور الحسن شاہ بخاریؒ کی خدمت میں مستقل سکونت کے ساتھ سکینت حاصل کر لی:

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
او نشیند در حضورِ اولیاء

مولانا کو تخلص ''واصف''، شمس العارفین حضرت سید نورالحسن شاہ صاحب بخاری قدس سرۂ العزیز نے عطا فرمایا، آپ کا مجموعہ کلام نعت ومنقبت موسوم بہ ''جہانِ درویش'' بہت پہلے طبع ہوا، مگر گردش لیل ونہار کی نذر ہوگیا، جس میں صوفیانہ رنگ غالب ہے، انہوں نے فرمایا جب میں حضور پیرو مرشد کے قدموں میں حاضر ہوتا ہوں، شعر بصورت بارش نازل ہوتے ہیں ''جہانِ درویش'' کا یہ مردِدرویش واصف کنجاہی ۱۸/اگست۱۹۸۱ء کو حضرت کیلیانوالہ شریف میں مرشد کے قدموں میں جگہ پا کر امر ہوگیا......اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!!

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ان کی شاعری سے چند اشعار درج ہیں:

غبارِ راہ کر دے خاک بے توقیر ہو جائیں
لپٹ جاؤں کسی کے زیر پا راہ گیر ہو جاؤں

حضور رحمۃ العالمینؐ یہ التجا کر لوں
میں کٹ جاؤں اے آقا سب سے دل اپنا جدا کرلوں

شفیع المذنبیں ہیں آپ میری ہر خطا بخشیں
مریض لادوا ہوں میں مجھے کامل شفا بخشیں

واصفؔ اک بحر بے پایاں ہے عشق رسول اکرمؐ کا
ہم اپنے سفینوں کو اس میں ڈر ڈر کے اتارا کرتے ہیں

تیرا اللہ تیرے واصفؔ کو مقدر کر دے
تیری چوکھٹ، تیرا دربار، مدینہ تیرا

☆☆☆

باب سوم:

حضرت واصف کنجاہیؒ

ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم

نور بن کر ذہن پر چھایا ہے واصفؒ کا کلام
دلنشین و پُر اثر پایا ہے واصفؒ کا کلام

چاہتوں کے راستوں پر، قربتِ محبوب کی
ساتھ اپنے خوشبوئیں لایا ہے واصفؒ کا کلام

خو برُو ہے خوشنما ہے دلربا ہے دلکشا!
چشم جاں کو ہر گھڑی بھایا ہے واصفؒ کا کلام

چشم خلقت نے یہ دیکھا ہے کہ اب قرطاس پر
فصل گل بن کر اتر آیا ہے واصفؒ کا کلام

جب بھی اس کے ظاہر و باطن پہ ڈالی ہے نظر
خوبیوں سے تربتر پایا ہے واصفؒ کا کلام

اشکبار آنکھوں سے انجم، دھڑکنوں کے ساز پر
اہل دل نے شوق سے گایا ہے واصفؒ کا کلام

☆☆☆

در مدحِ مداح سادات حضرت واصف کنجاہیؒ

محمد قاسم کیلانی

ادب میں نرالہ ہے معیارِ واصف ہیں سرکارِ کیلانی سرکارِ واصف
گلستانِ مرشد کی شاخ وفا پر مرقعِ مدحت ہے شہکارِ واصف
ہر اک بلبل مضطرب کو نوا کا قرینہ سکھاتا ہے اظہار واصف
دلوں میں عقیدت کے گل ہے کھلاتی سنو گر محبت سے گفتارِ واصف
فصاحت سے بھرپور ندرت میں عمدہ بلاغت بداماں ہیں اشعارِ واصف
صحابہؓ و آل نبی کی ثنا سے معطر معطر ہیں افکار واصف
روایت کے حسن بقا کے امیں ہیں قوافی، مضامین و اشعارِ واصف
انہیں شیخ کامل نے واصف کہا ہے لہٰذا ہیں پر نور اذکارِ واصف
حقیقت میں انوارِ نورالحسنؒ ہیں نظر آ رہے ہیں جو انوارِ واصف
انہیں اب بھلا ہو گا کیا خوف محشر ہیں باقر علیؒ شہ مددگار واصف
پرستار چن جی کی عظمت کے تھے وہ ہوئے دل ہمارے پرستارِ واصف
ہر اک فرد پیر کیلانیؒ کے گھر کا بلاشک ہے مخدوم ودلدارِ واصف
رہے اپنی نسبت پہ ہردم وہ نازاں تشکر سے لبریز کردار واصف
مرے شیخ کامل کی چشم کرم سے نوازی گئی چشم بیدارِ واصف
ہے زیب نظر ان کی فطرت نگاری ہوئے نقش دل پر ہیں آثارِ واصف
قصیدۂ نور ان کا دیکھا تو جانا سجا نور و نکہت سے گلزارِ واصف

پئے وصفِ اوصاف سادات والا
تخیل ہے قاسمؔ طلب گارِ واصف

واصف کنجاہی مرحبا!

ذکاءاللہ اثر

واصفِ نورالحسنؒ! واصف کنجاہی مرحبا!
مدح خوانِ پنجتنؓ! واصف کنجاہی مرحبا!

تجھ پہ تیرے شیخ کاملؒ کی ہے نظر عاطفت
خوب ہے تیرا سخن! واصف کنجاہی مرحبا!

تجھ کو حاصل آستانِ نور سے ہے روشنی
پاک ہے تیرا بدن! واصف کنجاہی مرحبا!

زندگی تیری ہے مثل ماہتاب پرضیا
بے خزاں تیرا چمن! واصف کنجاہی مرحبا!

آستاں کی حاضری نے جس میں بھردی ہے مہک
تیرا من ہے تیرا من! واصف کنجاہی مرحبا!

مرحبا! تیرا مقدر، مرحبا! تیرا نصیب
مرحبا! تیرا چلن! واصف کنجاہی مرحبا!

کیوں نہ ہو حسنِ تکلم سے اثرؔ بھی پر اثر
اے مرے دل تو بھی بن! واصف کنجاہی مرحبا!

☆☆☆

مرشد کی چشمِ فیض نے واصف بنا دیا

محمد ساجد نوری

سب کچھ وہ چھوڑ چھاڑ کے کیلان آ گیا
مرشد کی چشمِ فیض نے واصف بنا دیا
نسبت کنجاہ سے تھی غلام حسین نام
نعتِ رسول پاکؐ کا کرتا رہا کلام
چھپوائی تھی ''جہان درویش'' اک کتاب
جو گردشِ ایام کے باعث ہوئی نایاب
نعتِ رسول پاکؐ میں رکھتا کمال تھا
سادات کے گداؤں میں وہ بے مثال تھا
نعتِ نبیؐ کی راہ میں واصف تھا باشعور
تب ہی کہا حضورؐ کو ہیں آفتاب نور
اس کو رسولِ پاکؐ سے ایسا پیار تھا
کرنے کو جاں نثار وہ رہتا تیار تھا
مانگیں نہ اس نے دولتیں، نہ تاج کی تھی چاہ
حسرت مگر ضرور تھی طیبہ کی پائے راہ
کیسے چلے گا راہ وہ ٹیڑھی جہان میں
ہر چیز احتساب کی جب ہو کمان میں
واصف کنجاہیؒ دوستو! بندہ تھا با وفا
نورالحسنؒ کے نور نے چمکا اسے دیا
جو بھی کرے گا پیروی واصف جناب کی
ساجدؔ آسان ہو گئی منزل حساب کی

☆☆☆

قطعہ تاریخِ رحلت

صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی (مونیاں شریف)

"پاک اندیش مولانا غلام حسین واصف کنجاہی"[1]

روانہ ہوا سوئے ملکِ عدم
غلام حسین آنِ اہلِ قلم
یگانہ تھا وہ واصفِ مصطفیٰ ﷺ
وہ اربابِ دانش میں تھا محترم
وہ نورالحسن شہ کا مخلص مرید
رہا عمر بھر وہ درِ حق پہ خم
وہ تھا باوفا، پارسا، خوش لقا
ہوئی اس کی فرقت میں ہر آنکھ نم
ہر اک اُس کو صفِ سخن پر عبور
وہ کانِ لطافت، وہ جوہر رقم
کرے اُس کی مرقد پہ دائم نزول
تجلی رحمت، سحابِ کرم
ملے اس کو جنت میں اعلیٰ مقام
شفیع اس کے ہوں آپ شاہِ امم
کہو سال رحلت یوں فیض الامیںؔ
"غلام حسین آہ عالی ہمم"[2]

[1] 1981ء [2] 1410ھ

قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا

اصلاحِ عقائد، فکرِ آخرت، تزکیۂ نفس، معرفتِ الٰہی اور انسان کے مختلف حالات و مقامات پر مشتمل

لاجواب تفسیرِ قرآن بالقرآن

اَلانسان فی القرآن

تصنیف منیف

شمس العارفین سلطان السالکین [illegible] قدس سرہ العزیز

حضرت سیّد نور الحسن شاہ صاحب بخاری قدس سرہ العزیز

تاجدار آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

زیرِ انتظام

پیر طریقت رہبر شریعت عالمی مبلغ اسلام حضرت صاحبزادہ

پیر سیّد محمد عظمت علی شاہ صاحب بخاری

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

ناشر

دار التبلیغ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

ضلع گوجرانوالہ

بلبل بوستانِ نور، حضرت غلام حسین واصف کنجاہیؒ ان خوش نصیبوں میں سے تھے جنہیں دادا جان (اعلیٰ حضرت سید نور الحسن شاہ صاحبؒ) اور اباجی حضور (حضرت سید محمد باقر علی شاہ صاحبؒ) کا زمانہ مبارک میسر آیا اور ان کی زیارت و فیوضات سے بلاواسطہ مستفید ہونے کے وافر مواقع ملے۔ انہوں نے مکتب نور سے بھرپور فیضان حاصل کیا، وہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کے مخلص اور باوفا خادم تھے۔ ان کی اپنے سائیوں سے والہانہ عقیدت، ان کی شاعری کے ہر لفظ اور ہر مصرع میں تاثیر افروز ہے۔ ان کے کلام پر صحبت و محبت شیخ کا رنگ غالب ہے۔ وہ صحابۂ کرام اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے سچے محب اور قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کا نعتیہ کلام اور سلام امام عالی مقام، دربار شریف پر منعقدہ محافل میں بصد ذوق و شوق پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ خصوصاً ان کی یہ نعت بہت مقبول و مرغوب ہے جو ہر عاشق صادق کے دلی جذبات کی ترجمانی کرتی نظر آتی ہے:

خاک رہ مدینہ چمکے مری جبیں پر
نقشِ قدم کسی کے ہوں میری سجدہ گاہیں
پھر جگمگائے میری ہستی کا ذرہ ذرہ
ظلمت کدے ہوں دل کے جب ان کی جلوہ گاہیں
ذکرِ حبیبِ حقؐ نے دل کو سکون بخشا
دامانِ مصطفیٰؐ نے عصیاں کو دیں پناہیں
بس اور کوئی خواہش دل میں رہے نہ اپنے
چاہیں خدا کو تجھ سے، تجھ کو خدا سے چاہیں

مولائے کریم، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہمارے عزیزان محمد عبدالغفار نوری اور محمد قاسم کیلانی کی اس کاوش کو قبول فرمائے، نیز ہم ان بیلیوں کی صلاحیتوں میں برکت کیلئے دعا گو ہیں۔ آمین!

السید محمد عظمت علی شاہ بخاری

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف